تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ — لکھنؤ

انسانیت کے لئے سفینۂ نجات

تاریخ انسانی کے طویل سلسلے کے مطالعے اور جائزے کے بعد یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہی تمام انسانوں کے لئے (بلاتخصیص زمان ومکان) اسوۂ حسنہ اور کامل وجامع نمونہ ہے جس کی اتباع وتقلید اور اس سے استفادہ وفیضیابی ہی افراد کی تعمیر سیرت، کردار سازی اور اقوام وملل کی دینی ودنیوی صلاح وفلاح کی تنہا ضامن، مسائلِ حیات اور زندگی کی گوناگوں مشکلات کا واحد حل، قیام امن ومساوات کا واحد لائحہ عمل، اخلاقی وروحانی، سیاسی ومعاشرتی، اقتصادی وتمدنی ترقی کا کامیاب ذریعہ ووسیلہ اور مجموعی طور پر بہترین نظام زندگی، کامل دستور حیات اور انسانیت کے لئے ''سفینۂ نجات'' ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (دامت برکاتہم)

فی شمارہ -/Rs. 12

سالانہ زرتعاون -/250

۱۰؍فروری ۲۰۱۰ء

Postal Regd. No. LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Vol. No. 47 Issue No. 6

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in

25-January, 2010

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram Jewellers

محمد اکرم جویلرس

Phone: Shop. 0522-2274...
® 0522-2616...

Near Odeon Cinema, Lucknow

New

Ph: 2266786

Sana Jewellers

ثنا جویلرس

Riyaz Ahmad

Ghayas Ahmad

۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ۔۳

301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

قبا اوننگ

مینوفیکچررس

ٹیررس اوننگ۔ونڈو اوننگ=ڈوم اوننگ
فکس اوننگ۔لان اوننگ۔ڈیموڈینٹ

سل کراسنگ گوری بازار سروجنی نگر کانپور روڈ لکھنؤ

Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

لکھنؤ کے قدیم مشہور ومعروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

اظہار حسن پرفیومرس

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Tel : 0522-2256257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed at : Mashhud Enterprises Lko.

Editor Shamsul Haq Nadwi Printed & Published by Athar Husain
on behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad Lko. Ph. : 0522-2614685

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلیس

میں آپ کا خیر مقدم ہے

GEHNA
PALACE

Whenever you see
Jewellery
Think of us

حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

Phone : 0522-2260433, Mobile : 9415024686

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۷

۱۰ فروری ۲۰۱۰ء مطابق ۲۵ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

● مولانا عبداللہ حسنی ندوی ● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

● امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون ۲۵۰/ ——— فی شمارہ ۱۲/

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے۔ ۵۰/ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7
E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے خریداری نمبر کے بیچ اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Hashmat Ali (Tameer-e-Hayat) Lko.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس شمارے میں

شعروادب		
صبح سعادت	ماہر القادریؒ	۲
اداریہ		
ربیع الاول کا پیغام	شمس الحق ندوی	۳
ظہور قدسی		
رسالت محمدی کی عظمت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	۵
زبان وادب		
علامہ محمد بن طاہر پٹنی....	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۸
بحث ونظر		
اسلام اور علم	مولانا عبداللہ عباس ندویؒ	۱۲
دین رحمت		
اسلام: ایک عدل پرور نظام حیات	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی	۱۵
معجزۂ محمدی		
اسم پاک ”محمدؐ“	مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندوی	۱۸
تذکیر وموعظت		
آخرت سے غفلت	مولانا محمد الحسنیؒ	۲۱
اصلاح معاشرہ		
اخوت اسلامی	مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی	۲۲
کتاب ہدایت...		
سائل ومحروم کا حق	خالد فیصل ندوی	۲۴
سراغ زندگی		
حصول علم میں فنائیت کا...	محمد قیصر حسین ندوی	۲۷
فقہ وفتاویٰ		
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۲۹
خبر ونظر		
عالم اسلام	محمد جاوید اختر ندوی	۳۰
تعارف وتبصرہ		
رسید کتب	م.ح.ح.	۳۲

صبح سعادت

ماہر القادریؒ

کچھ کفر نے فتنے پھیلائے، کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی، انسان سے انساں ٹکرائے
پامال کیا برباد کیا کمزور کو طاقت والوں نے
جب ظلم وستم حد سے گزرے تشریف محمدؐ لے آئے

رحمت کی گھٹائیں لہرائیں، دنیا کی امیدیں بر آئیں
اکرام و عطا کی بارش کی، اخلاق کے موتی برسائے
تہذیب کی شمعیں روشن کیں اونٹوں کے چرانے والوں نے
کانٹوں کو گلوں کی قسمت دی، ذرّوں کے مقدر چمکائے

کچھ کیف دیا کچھ ہشیاری، کچھ سوز دیا کچھ ساز دیا
میخانہ علم و عرفاں میں توحید کے ساغر چھلکائے
ہر چیز کو رعنائی دے کر دنیا کو حیات نو بخشی
صبحوں کے بھی چہروں کو دھویا راتوں کے بھی گیسو سلجھائے

اللہ سے رشتے کو جوڑا، باطل کے طلسموں کو توڑا
خود وقت کے دھارے کو موڑا، طوفاں میں سفینے تیرائے
تلوار بھی دی، قرآں بھی دیا، دنیا بھی عطا کی، عقبٰی بھی
مرنے کو شہادت فرمایا، جینے کے طریقے سمجھائے

مکہ کی زمیں اور عرش کہاں، دم بھر میں یہاں پل بھر میں وہاں
پتھر کو عطا گویائی کی اور چاند کے ٹکڑے فرمائے
مظلوموں کی فریاد سنی، مجبوروں کی غم خواری کی
زخموں پہ خنک مرہم رکھے، بے چین دلوں کے کام آئے

عورت کو حیا کی چادر دی، غیرت کا غازہ بھی بخشا
شیشوں میں نزاکت پیدا کی، کردار کے جوہر چمکائے
توحید کا دھارا رک نہ سکا، اسلام کا پرچم جھک نہ سکا
کفار بہت کچھ جھنجھلائے شیطاں نے ہزاروں بل کھائے

اے نام محمدؐ صل علیٰ ماہر کے لیے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا، آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے

☆☆☆☆☆

ربیع الاوّل کا پیغام

شمس الحق ندوی

ربیع الاول کا مہینہ قمری سال کا تیسرا مہینہ ہے تاریخ انسانی کا یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں بھولی بھٹکی اور گم کردۂ راہ انسانیت کو فلاح وصلاح کی راہ دکھانے والا فخر آدم، محبوب رب العالمین، آخری رہبر عالم، نبی مکرم اس عالم آب وخاک پر آیا جس کو وہ دستور حیات ملا جو ہر قوم وہر ملک کے لوگوں کے لیے، ہر زمانہ وہر دور کے لوگوں کے لیے نسخۂ کیمیا ہے اس دستور حیات میں نہ کالے گورے کا فرق رکھا گیا ہے نہ عربی وعجمی کا، نہ امیر وغریب کا، نہ بادشاہ وفقیر کا، کرۂ زمین پر جہاں کہیں بھی انسانی آبادی پائی جاتی ہے، یہ دستور حیات سب کی رہنمائی کرتا ہے، وہ کہتا ہے "کلکم من ادم وآدم من تراب "تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے، اس دستور حیات میں عزت وشرف کا معیار امیری، غریبی اور قوم وقبیلہ کو نہیں بلکہ حسن کردار کو بتایا گیا چنانچہ فرمایا گیا:

"یَآ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُم مِن ذَکَرٍ وَّاُنْثیٰ وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ"۔ (حجرات:۱۳) اے انسانو! تم سب کو خدا نے ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو قبیلہ در قبیلہ اور خاندان در خاندان صرف اس لیے بنا دیا ہے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، خدا کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو"۔

دنیا کی قومیں جس مہلک وخطرناک غلطی کا شکار رہی ہیں وہ ہے ۱۲ر ربیع الاول کو پیدا ہونے والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو نہ ماننا ہے جو دنیا کی ساری قوموں کے لیے نسخۂ شفا ہے، اس پیغام میں جو سب کے لیے ہے سب جگہ کے لیے ہے، مرد وعورت، بوڑھے جوان، کنبہ وخاندان، حاکم ومحکوم سب کے لیے راحت وآرام اور سکون واطمینان کا سامان ہے اور اس کا عملی نمونہ بھی خلافت راشدہ کے زمانے میں پورے ۳۶ر سال تک دنیا دیکھ چکی ہے، اور اس کا میٹھا پھل کھا چکی ہے۔

بارہ ربیع الاول کو تشریف لانے والے رسول کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے جو آخری کتاب، آخری شریعت اور دستور حیات دیا گیا وہ صرف دستور کی حد تک نہیں رہا بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایک ایک حکم پر عمل کر کے اور عملی طور پر نافذ کر کے دکھا دیا حتی کہ یہ اعلان کر دیا گیا کہ جو کوئی اس دستور کا عملی نمونہ دیکھنا چاہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیکھ لے اور اس کی روشنی میں چلے۔

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الآخِرَ"۔ (احزاب:۲۱)

"تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو"۔

اس وقت دنیا جن حالات سے گزر رہی ہے اور انسانی آبادی ساری ترقیوں اور سہولتوں کے باوجود جن خطرات میں گھری ہوئی ہے، ظلم وزیادتی کی جو گرم بازاری ہے اور انسانی خون پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے اس کا علاج اگر کہیں مل سکتا ہے تو اسی پیغام اور اسی دستور حیات میں جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔

اس پیغام وپیغمبر کا تعلق صرف ربیع الاول کے میلادی جلسوں سے نہیں کہ جب یہ مہینہ آئے تو اس کی یادگار منائی جائے، جلسے جلوس کیے جائیں اور بس! بارہ ربیع الاول کی آمد تو تجدید عہد کا ایک موقع ہوتا ہے لیکن بدقسمتی سے جن لوگوں نے اس پیغام کو سینے سے لگایا اور دل میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کو بسانے کا دعویٰ کیا وہی اس کو جشن کے طور پر منا لینے ہی پر اکتفا کرنے لگے ہیں۔ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو اب گویا سیرت کے جلسوں اور مشاعروں تک محدود کر کے رکھ دیا گیا ہے، اور وہ اس طرح آپ کی تعلیمات کی سراسر خلاف ورزی کر کے میلہ اور بے حجابی کا ماحول بنا دیا اور اسراف وفضول خرچی کا ایسا مظاہرہ ہوتا ہے جو دل میں سوز وگداز پیدا کرنے

کے بجائے بے حجابانہ میلے کا منظر پیش کرتے ہیں جب کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس موقعہ پر ہم آپ صلی اللہ علیہ کی امت کے لیے سب کچھ جھیل کر اپنے دلوں کو سوز و گداز سے بھردیتے اور اپنے رب کے حکم کے سامنے سر جھکا دیتے اور شاعری کی زبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ۔

یہ دل کی جلن آنکھوں کی نمی صدقہ میں تمہارے ہم کو ملی
کیا نعمت عظمیٰ ہاتھ لگی سرکار دوعالم صل علیٰ

کیا اچھا ہوتا کہ ہم مسلمان دوسری قوموں کے سامنے پیغام محمدی کا وہ عملی نمونہ پیش کرتے جس کو دیکھ کر ان کے منہ میں پانی آجاتا اور وہ اس کی طرف بے تابانہ بڑھتیں اور اس کا کلمہ پڑھنے لگتیں۔ آج کی بے چین و سرگرداں دنیا کو معلوم ہوتا کہ ہمارے درد کا درماں اس دستور حیات میں ہے جس کو ان انسانوں کے پیدا کرنے والے اس خالق نے اتارا ہے جو ان کے مزاج و طبیعت، ضروریات و تقاضوں اور ان کی ان کمزوریوں کو بھی خوب جانتا ہے جو انہیں آمادۂ شر کرتی ہیں "الا یعلم من خلق" کیا وہ نہ جانے گا جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔

اسی لیے اس خالق نے اس کو وہ اصول اور ضوابط بتائے ہیں جو اس کی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین تو برابر بدلتے رہتے ہیں مگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے انسانوں کو جو دستور حیات ملا ہے اس میں کسی تبدیلی اور رد و بدل کی ضرورت نہیں پیش آتی، ہاں چونکہ یہ اس خدا کا بنایا ہوا دستور حیات ہے جو مستقبل میں پیش آنے والے تغیرات کو بھی جانتا ہے اور تغیرات پیدا بھی اسی کی قدرت و مرضی سے ہوں گے، اس لیے اسلامی دستور حیات میں وہ لچک رکھ دی ہے جو اس کے ماہرین اصول سے فروع اور کلیات سے جزئیات کا استنباط کر کے آسانی پیدا کر دیں اور کہیں کسی زمانہ میں دشواری نہ پیش آئے، چنانچہ اسلام کی سوا چودہ سو سالہ تاریخ نے اس بات کا کھلا ہوا ثبوت پیش کر دیا ہے، جب انسان ایسے اعلیٰ اور اٹل قانون اور ضابطۂ حیات سے روگردانی کرے گا، اور اپنے عقلی گھوڑے دوڑائے گا اور اپنی بہیمانہ خواہش و چاہت کے مطابق قانون بنائے گا، تو یقینی بات ہے کہ دنیا میں فساد و بگاڑ پیدا ہو اور انسان اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کا سامان پیدا کرے جس کو اس وقت کھلی آنکھوں دیکھا جا سکتا ہے۔

اسلام نے بندوں کا تعلق براہ راست خدا سے جوڑ دیا ہے، وہ ان تعلیمات کی روشنی میں جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانوں تک پہنچائی گئیں بلا کسی واسطہ کے اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کر سکتا ہے، رو دھو کر براہ راست اپنی خطائیں معاف کرا سکتا اور اس کی رحمت و عنایت کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے، اس میں برابری اور مساوات ایسی رکھی گئی ہے کہ ہر شخص جو مسلمان ہے وہ مسائل سے واقف ہے تو نماز کا امام بن سکتا ہے، روزہ ہر ایک رکھ سکتا ہے، اس میں امیر و غریب، اعلیٰ و ادنیٰ کا کوئی فرق نہیں، نماز میں ایک غریب و ادنیٰ درجہ کا مسلمان اور ایک بادشاہ وقت دونوں کاندھے سے کاندھا ملا کر کھڑے ہوئے ہیں، اسلامی مساوات کا یہ وہ نمونہ ہے جس کو دیکھ کر بہت سی سعید روحوں کو اسلام اور ایمان کی دولت اب بھی نصیب ہو رہی ہے اور وہ سعید روحیں جو بہیمانہ زندگی سے بے چین و پریشان ہو کر سکون قلب اور شریفانہ زندگی کی تلاش میں کھوئی کھوئی سی دامن اسلام میں پناہ لے رہی ہیں اور اس دولت عظیم کو پا کر ان کے دل سکون و چین کے گھنے اور سایہ دار درخت کے نیچے آ کر تکلیف و پریشانی میں بھی آرام و راحت محسوس کر رہی ہیں کہ عالم فانی میں ابتلاء و آزمائش سے گذرنا امر تکوینی ہے تا کہ کھرے کھوٹے کو پرکھا جا سکے جس کے لیے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہر اعتبار سے نمونہ بنا کر دکھا دیا گیا ہے۔

پیغام محمدی یعنی اسلامی تعلیمات کے وسیع و ہمہ گیر دفتر کو بطور خلاصہ ایمان اور عمل صالح دو لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے ایمان اور عمل یہی دو چیزیں ہیں جو ہر قسم کے محمدی پیغام پر حاوی و جامع ہیں اور قرآن پاک میں انہیں دونوں چیزوں پر انسانی نجات کا مدار ہے۔

جب حقیقت یہ ہے تو ہم ربیع الاول کے جشن اور جلسوں کے وقت اپنا جائزہ لیں کہ ہمارے اندر تعلیمات نبوت محمدی کا عملی حصہ کتنا پایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

رسالت محمدی کی عظمت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

عصر جاہلی کا المیہ

اس جاہلی عصر کا المیہ۔ جس کے انحطاط و زوال پر مؤرخین کا اتفاق ہے۔ کفر و فجور، معاصی اور گناہ، ظلم و سرکشی، انسان کی حیثیت عرفی کا ازالہ اور اس کے حقوق کی پامالی، جابر حکومتوں اور ظالم بادشاہوں کا غلبہ نہ تھا،...... اسی طرح یہ المیہ خدا کی عبادت کرنے والے صالح بندوں کی کمی اور ان کی کمزوری بھی نہ تھی، اگر چہ یہ سب چیزیں قابل افسوس ہیں، لیکن یہ سب انسانیت کی طویل تاریخ میں بارہا ہو چکا، اور اس کے خلاف دعوت و اصلاح کے مرد میداں، بیدار ضمیر اور قوی عزائم والے افراد اپنے اپنے زمانوں میں کام بھی کرتے رہے ہیں۔

دراصل جاہلیت کا وہ المیہ جس کے نتائج بد سے انسانیت کو نجات دینے اور انسان کی حیثیت عرفی بحال کرنے کے لیے بعثت محمدی ہوئی، وہ المیہ یہ تھا کہ علم صحیح، نیک ارادے اور حق کے لیے سینہ سپر ہونے والی اور باطل سے پنجہ آزمائی کرنے والی جماعت اس وقت کی وسیع دنیا میں کہیں پائی نہیں جاتی تھی، یہ المیہ اس حقانی گروہ کی نایابی کا تھا جو شر کی طاقتوں سے نبرد آزما ہو کر خیر کی بنیادوں پر ایک عالم نو کی تعمیر کر سکے۔

علم صحیح کا فقدان

عصر جاہلیت میں وہ علم صحیح گم ہو گیا تھا، جس کے ذریعہ انسان اپنے رب کو اچھی طرح پہچانتا اور اس تک پہنچتا ہے، اور جس کے ذریعہ صحیح، خالص، اور پسندیدہ عبادت کر سکتا ہے، ایسے زمانے میں اگر صحیح اور قوی ارادہ اور طلب صادق کسی شخص میں پائے بھی جائیں، تو اس کے لیے ماحول کی خرابی کے سبب کچھ زیادہ مفید نہیں ہو سکتے ایسے زمانے میں جو علم بھی پایا جاتا ہے، وہ جہالت و خرافات کی آمیزش لیے ہوئے اور اپنی اصل سے ہٹا ہوتا ہے، اس میں صحت کم، غلطی زیادہ، نفع تھوڑا اور نقصان بہت ہوتا ہے۔

قوی ارادۂ خیر کی کمی

اور اگر یہ علم صحیح اپنی کمیابی کے باوجود کسی عالم کے سینے یا کسی حکیم کے سفینے میں یا قدیم زمانے میں نازل شدہ کسی علم کی باقیات کے طور پر کہیں پایا بھی جاتا ہے، تو اپنے حق میں وہ ارداۂ خیر نہیں پاتا جو اسے اس کی جگہ سے چن لے اور اسے متاع جان بنا لے اور اس کے ذریعہ اپنی نفسیاتی خواہشات، اور معاشرے کا مقابلہ کر سکے۔

چنانچہ اس عہد میں خدا طلبی اور تلاش حق کا جذبہ مفقود ہو گیا تھا، اور عزیمتیں اس کی طلب کے سلسلے میں درماندہ ہو چکی تھیں، وہ طلب معاش، ہوس رانی، نفس کے مطالبات کی تکمیل، بادشاہوں کی اندھی اطاعت، اور ان کے لئے جاں سپاری میں لگ گئی تھیں، محبت کے شعلے بجھ چکے تھے، دلوں کی انگیٹھیاں سرد پڑ گئی تھیں، اور ان پر حب دنیا کی برف جم گئی تھی، دین کے مظاہر و آثار میں سے صرف خرافاتی بت پرستی، اور سطحی قسم کے رسم و رواج باقی رہ گئے تھے۔

حق کی حامی و ناصر جماعت کا فقدان

اگر بفرض محال ایسے ماحول میں کہیں علم صحیح اور ارادۂ خیر کا وجود بھی تھا تو کوئی ایسی پشت پناہ جماعت اور طاقت نہ تھی جس کا وہ سہارا لیتے اور کمزور پڑنے پر اس سے طاقت حاصل کرتے، چنانچہ یہ دونوں چیزیں انفرادی کوششوں اور شخصی اصلاحات ہی میں ضائع ہو گئیں، اور یہ افراد۔ جو کلیساؤں، مندروں، یا غاروں اور پہاڑ کی چوٹیوں میں گوشہ گیر تھے۔ ایسے چراغ کی مانند تھے، جس کا فتیلہ جل چکا، جس کا تیل ختم ہو چکا، اور اس کا نور ہلکا پڑ چکا ہو، ان کی مثال ایسے جگنوؤں کی تھی، جو سرما کی بارش زدہ اور تاریک راتوں میں ادھر ادھر اڑتے اور چمکتے ہیں، لیکن ان سے نہ کوئی بھولا بھٹکا مسافر راستہ پا سکتا ہے، اور نہ کوئی سردی سے کپکپایا ہوا غریب گرمی پا سکتا ہے۔

ایک آفتاب تازہ کی ضرورت

وہ علم صحیح جو لوگوں کو اس کائنات کے خالق و مالک کی ذات و صفات و برگزیدہ ناموں کی صحیح پہچان عطا کرے، انہیں اس سے ایک مضبوط اور نئے رشتے میں جوڑ دے، عقلوں اور دماغوں کو نئے ایمان و یقین سے بھر دے، دلوں کو محبت سے پُر کر دے، غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل پسندوں کی غلط الحاق و انتساب کو دور کر کے لوگوں کو اندھیرے سے اجالے، اور شک سے یقین تک پہنچا دے، وہ علم صرف نبوت محمدی کی شکل میں دنیا کو ملا، وہی ان اوہام و خیالات اور مغالطوں کا پردہ چاک کر سکتا تھا جن میں دنیا کی بت پرست، اور خدا ناآشنا قومیں عرصہ سے مبتلا تھیں، وہی یہود و نصاریٰ، اور اہل کتاب کا صحیح احتساب کر سکتا تھا، اور ان میں اگر خوف خدا اور انصاف ہوتا تو وہ اعتراف کرتے کہ ستارے ماند پڑ چکے بطن گیتی سے آفتاب تازہ پیدا ہو چکا ہے، اور صبح کی روشنی چراغوں سے بے نیاز کر چکی ہے۔

اہل کتاب میں سے کافر لوگ اور مشرکین چھوڑنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی

دلیل یعنی اللہ کی طرف سے رسول نہ آجاتا جو پاکیزہ اوراق کی تلاوت کرتا جن میں قیمتی کتابیں ہیں"۔ (بینہ:۱،۲،۳)

فلسفہ اور شرک کی ایمان کو کمزور اور انسان کو گمراہ کرنے کی سازش

ارادۂ خیر ہمیشہ علم صحیح اور ایمان قوی کے تابع ہوتا ہے، جب انسان چند حقائق پر ایمان لاتا اور منافع اور مضرتوں کو سمجھتا ہے، اور اس میں امید وبیم، خوف وطمع کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، تو اس کے ارادے بھی اس کا ساتھ دیتے اور اس کے اعضا بھی مدد کرتے ہیں، لیکن عصر جاہلی میں ایمان قوی مفقود ہو گیا اور انسان خدا کے اور جنت ودوزخ کے وجود اور آخرت اور اپنے اعمال کی جواب دہی کے عقیدہ سے محروم ہو گیا تھا، فلسفہ وشرک نے بھی اس ایمان اور خدا وبندہ کے باہمی ربط کو کمزور کرنے میں خاصا حصہ لیا، فلسفہ نے صفات کی نفی میں غلو سے کام لیا، اور شرک نے ان صفات میں مخلوق کو شامل کردیا، اس طرح دونوں نے عبد ومعبود کے رابطہ کو نقصان پہونچایا، چنانچہ جس شخص کا تعلق فلسفہ سے ہوا، اسے صفاتِ قدرت وحکمت اور رحمت ومحبت سے مجرد خدا سے رجوع کرنے اور اس سے ڈرنے یا اس سے پر امید ہونے کی کوئی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی اور جو شرک میں مبتلا ہوا وہ مخلوقات ہی سے التجاء والتماس میں مشغول رہا اور اسے آنکھوں سے غائب مگر بندوں کے معاملات میں دخیل، خدا سے التجاء کی نہ ضرورت پیش آتی تھی، اور نہ اس کی فرصت ملتی تھی۔

اس طرح دنیا دو کیمپوں میں تقسیم ہو گئی تھی، ایک کیمپ تو اپنے اندر آخرت کے لیے کسی کوشش کا کوئی داعیہ اور جذبہ نہیں پاتا تھا، اور دوسرے کیمپ کو رب الارباب سے سوال کی فرصت ہی میسر نہیں، ان دونوں نظریات نے جاہلیت کی پوری دنیا اور طویل عہد کو خدا سے کاٹ کر رکھ دیا، اور انسانی دل کے اندر محبت اور خدا طلبی کا شعلۂ فروزاں بجھ کر رہ گیا، اسی طرح انسانی فطرت میں ودیعت کی ہوئی صلاحیتیں اور قوتیں جمود وخمود، شرک وخرافات، نفس اور بادشاہوں کی غلامی، طاغوت اور شیطان کے فریب کا شکار ہو گئیں اور مشرق سے لے کر مغرب تک کی تمام انسانی دنیا ان اصنام اور معبدوں کی عبادت میں مبتلا تھی جنہیں اس کے تخیل نے جنم دیا تھا، جو موروثی طور پر رسم ورواج کا جز بن چکے تھے، یا ان مقاصد، نصب العین اور اقدار حیات کی ماتحت ہو کر رہ گئی تھی، جنہیں اس نے خود ہی گڑھا اور اپنے لیے لازم کرلیا تھا اور ان سب پر حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول صادق آگیا تھا۔

اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ. (الصافات:۹۵) کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم اپنے ہی ہاتھوں سے گڑھتے ہو؟

جاہلی ماحول میں تبدیلی نبی کی لائی ہوئی عالمگیر دعوتِ ایمانی ہی سے ممکن ہے۔

قوت قدسیہ کے مؤید من اللہ انسان کے سوا کسی کے لیے صدیوں سے گم شدہ ایمان کو دلوں میں پھر سے تازہ کرنا اور ایک نئی لگن اور عشق پیدا کردینا ممکن نہ تھا، اور نہ یہی ممکن تھا کہ اس کے قوی ارادوں کو پر فریب اور لذیذ دنیوی زندگی کی طلب اور نفس کے عزیز ولذیذ تقاضوں کی تکمیل سے باز رکھا جاسکے، اور انہیں عظیم الشان بادشاہوں کی خوشامد سے ہٹا کر ان دیکھے خدا کی طلب پر مائل اور اسے خدا کی مرضی پر راضی، اور اس کے راستہ میں جان ومال اور ہر عزیز شے کی، ثواب آخرت کی امید پر قربانی کرنے پر آمادہ کیا جاسکے۔

اس اہم کام بلکہ کارنامے کے لئے تو اس آہنی ارادے کی ضرورت ہوتی ہے، جسے سر بفلک پہاڑ بھی نہ ہلا سکیں اور جنہیں جن وانس کی مجموعی مخالفت بھی نہ کمزور کرسکے، اسی حقیقت کی ترجمانی زبان نبوت سے نکلے ہوئے اس فقرہ نے کی تھی۔

لو وضعت الشمس فی یمینی والقمر فی یساری ماترکت ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلك فی طلبه. (البدایہ والنہایة ۳/۴۳) اگر قریش میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند بھی رکھ دیں تو میں تبلیغ کے اس کام کو ترک نہیں کرسکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غالب کردے یا میں اس کی طلب میں ہلاک ہو جاؤں۔

اس کام کے لیے اس قوی ایمان کی ضرورت تھی جو اگر تمام دنیا اور دنیا والوں پر تقسیم کردیا جائے تو سب کے لیے کافی ہو جائے اور سب کے شک کو یقین، اور ضعف کو قوت سے بدل دے، وہ ایمان، صاحب ایمان کی زبان سے اس وقت بھی بولتا ہے، جب زبانیں گنگ ہو جاتی اور نگاہیں چوندھیا جاتی ہیں، چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ غار کے دہانے پر جانی دشمن کھڑے ہیں، مگر نبیؐ اپنے ساتھی کو تسلی دے رہا ہے۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. (توبہ:۴۰) غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

نبیؐ کی نگاہیں بعد مکانی وزمانی اور مختلف پردوں کے حائل ہونے کے باوجود عرب کے ایک فقیر بدوی سراقہ کے ہاتھوں میں شہنشاہ ایران، کسریٰ کے کنگن اور بھوک کی شدت اور محاصرے کی طوالت کے باوجود خندق کے ایک پتھر کی چنگاری میں قیصر روم کا سفید محل دیکھ لیتی ہیں، سفر ہجرت کے موقع پر سراقہ بن جعشم جب تعاقب کرتا ہوا پہنچا اور اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اس نے اپنی گستاخی کی معافی چاہی تو آپؐ نے فرمایا سراقہ وہ کیا وقت ہوگا، جب شاہ ایران کسریٰ کے

کنگن تمہارے ہاتھ میں ہوں گے، مدائن فتح ہونے پر کسریٰ کے جب طلائی کنگن مال غنیمت میں آئے تو حضرت عمرؓ نے سراقہ کو پہنایا اور ناقابل قیاس پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اسی طرح غزوۂ خندق میں جب آپ نے ایک پتھر پر کدال ماری اس سے ایک شعلہ سا نکلا تو آپ نے فرمایا کہ اس روشنی میں میں نے قیصر کا سفید محل دیکھا، نبوت کی یہ دور بینی بھی حرف بہ حرف ثابت ہوئی اور مسلمان قیصر کے محل پر قابض ہوئے۔ (دیکھئے کتب حدیث وسیرت)

عالمگیر جاہلیت کا خاتمہ اور اس کی جگہ زندگی ویقین اور دینی جوش کا اعادہ ایسے ہی طاقتور اور پیغمبرانہ ایمان کے ذریعہ ممکن ہوتا ہے اور انسان کے حق میں خدا کی رحمت کے تحت ظہور میں آتا ہے۔

وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات سناتا، ان کی سیرت کو سدھارتا، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (جمعہ:۳)

"وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے وہ تمام دینوں پر غالب کردے خواہ اسے مشرکین کتنا ہی ناپسند کریں"۔ (صف:۹)

دائمی اصلاح وجدوجہد والی قوم کی ضرورت

جاہلیت کا یہ فساد چند مصلح افراد یا کسی مضبوط جماعت، یا کسی بڑے ادارے کے بس سے باہر تھا، اس لیے کہ یہ فساد اپنی آخری شکل کو پہنچ گیا اور ناقابل علاج بن چکا تھا، اس کے لیے ایک مستقل امت کی ضرورت تھی، جو اس کے لیے متحدہ اور مسلسل جدوجہد کرتی رہے۔ اور خدا کی زمین میں پھیل کر باطل جہاں بھی ہو اس کا مقابلہ کرے، شرکی طاقت جہاں بھی ہو اسے اکھاڑ پھینکے اور خدا کی سرزمین کو عدل وانصاف سے بھردے جیسے کہ وہ ظلم وجور سے بھری جا چکی تھی، اس طرح دنیا کو ایک پیغمبر اولوالعزم کی ضرورت تھی، جس کی امت ایک عظیم امت ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے برپا کی گئی ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ (آل عمران:۱۱۰)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ٹھیک اس وقت ہوئی جب انسانیت اس کے لیے اسی طرح چشم براہ اور گوش بر آواز تھی، جیسے گرمی سے جھلسی ہوئی فضا اور تپتی ہوئی زمین موسم کی پہلی بارش کے لیے ہوتی ہے۔

اور تم زمین کو مرجھائی ہوئی دیکھتے ہو اور جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو لہلہا اٹھتی، نمو پذیر ہونے اور ہر قسم کے دلفریب پھل پھول اگانے لگتی ہے، یہ ثبوت ہے کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اور وہی مردے کو جلاتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (حج:۵،۶)

بعثت محمدی کی انقلابی تاثیر

یکایک اس مردہ انسانی جسم میں۔ جسے نسل انسانی کہا جاتا ہے۔ روح حیات دوڑنے لگتی ہے، اور اچانک یہ مردہ انگڑائی لینے لگتا ہے جو سڑنے گلنے کے قریب ہو گیا تھا اس حقیقت کو مؤرخین اپنی محدود زبان میں ایوان کسریٰ کے لرزنے اور آتش فارس کے بجھنے سے تعبیر کرتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ پختہ اور مضبوط عمارتوں اور فلک بوس محلات زمین کے زلزلے کی ایک حرکت سے خزاں زدہ پتوں کی طرح زمین پر آرہتے ہیں، یہ تو قیصر وکسریٰ کے نظام اور فراعنۂ عصر کے کارنامے ہیں اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دنیا میں صبح سعادت کے طلوع سے کیوں زوال پذیر نہیں ہو سکتے؟

ایک نئی دنیا کا ظہور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وبعثت صرف ایک نبی کی یا صرف ایک امت کی، یا ایک عصر ہی کی پیدائش نہیں بلکہ ایک نئی دنیا کی پیدائش تھی، جو آپ کی بدولت ظہور میں آئی، اور آپ ہی کی یہ دنیا تا قیام قیامت باقی رہے گی، جب میراث عالم کا آخری وارث خدائے تعالیٰ ہوگا۔

آپ ہی کی بعثت مبارکہ کے آثار اس دنیا کے چپے چپے پر موجود اور اس کے ذرے ذرے میں سرایت کیے ہوئے ہیں، اور دنیا اپنے عقیدے، انداز فکر، تہذیب وتمدن، اخلاق ومعاشرت، علم وثقافت کے سلسلے میں بعثت محمدی سے متاثر ہی نہیں بلکہ اس کے اثرات اس میں اس طرح پیوست ہو چکے ہیں کہ کسی طرح اس کا ان سے جدا ہونا ممکن نہیں، اور اگر وہ اس سے الگ کردیئے جائیں تو وہ اپنے بہترین سرمائے اور اثاثہ سے محروم ہو جائے گی، دنیا دراصل اپنی زندگی کے لیے بھی بعثت محمدی کی ممنون ہے، اس لیے کہ اسے زندگی کا استحقاق بخشا اور اس کی عمر میں اضافہ کردیا، اور خیر کو شر پر غالب کرکے خدائی غضب کی مار اور اللہ کی لعنت اور بدبختی سے اسے بچالیا جس کی وہ مستحق ہو چکی تھی، دنیا بعثت محمدیؐ سے پہلے اس کی بالکل سزاوار تھی کہ اس کی بساط الٹ دی جائے اور اس کی بنیاد کھود ڈالی جائے۔

"لوگوں کے کرتوتوں کے سبب خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا تاکہ وہ انہیں ان کے کیے کا کچھ مزہ چکھائے شاید وہ اپنے کیے سے باز آئیں"۔ (روم:۴۱)

حدیث شریف میں اس سلسلے میں آیا ہے۔

ان اللہ نظر الی اھل الارض فمقتھم عربھم وعجمھم الابقایا من اھل الکتاب اللہ نے اہل زمین کی طرف نظر کی اور عرب وعجم دونوں کو ناپسند کیا سوا تھوڑے سے اہل کتاب کے۔

☆☆☆☆☆

علامہ محمد بن طاہر پٹنی ودیگر علماء گجرات اور ان کی علمی وادبی خدمات

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ذیل میں رابطہ ادب اسلامی کے ۲۸ویں سالانہ سیمینار میں پیش کردہ صدر شعبۂ برصغیر ونائب صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا خطبۂ صدارت ہدیۂ قارئین ہے، انشاء اللہ سیمینار کی پوری تفصیل آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ (ادارہ)

ہم کو اس بات کی مسرت ہے کہ ہم گجرات جیسے علمی وعملی کوششوں اور کارگزاریوں کے علاقہ میں اس کے ایک اہم اور تاریخی شہر بھروچ کے قصبہ جمبوسر میں جمع ہوئے ہیں، جس میں اس اہم خطہ کی علمی وادبی ودینی کوششوں کے تعلق سے سیمینار منعقد کر رہے ہیں۔ یہ سیمینار رابطہ ادب اسلامی کا سالانہ سیمینار ہے جو مختلف شہروں میں منعقد ہوتا رہا ہے۔ اس سال کا سیمینار یہاں کے موقر ادارہ جامعہ علوم القرآن میں شروع ہورہا ہے۔ اس ادارہ کے سربراہ جناب مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب نے یہاں اس سیمینار کے انعقاد کی دعوت دی، جو ہمارے لئے مسرت کی بات ہے۔ اس سیمینار کے ذریعہ یہاں کے علمی وادبی کارناموں پر روشنی ڈالنے کا فریضہ انجام پاسکے گا، جس کا یہ علاقہ پوری طرح مستحق ہے۔ اس سیمینار کی میزبانی اس ادارہ کی طرف سے لینے پر ہم اس کے ناظم مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب کے شکرگذار ہیں۔

زبان کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کو سمجھنے سمجھانے کا بڑا کامیاب ذریعہ بنایا ہے، اور اس کی صلاحیت میں انسان کو دوسری زمینی مخلوقات پر زبردست فوقیت عطا کی ہے، یہ اس کی علمی واجتماعی ضرورتوں کو پورا کرتی ہے، اور اخلاق وکردار کو قوت اور افادیت عطا کرتی ہے۔ اس کے بغیر انسانی زندگی کی نہ تو لازمی ضرورتیں پوری ہوسکتی ہیں اور نہ مطلوبہ نتائج سامنے آپاتے ہیں، یہ ایک انسان کی ضرورت اور اس کے عقلی اور فطری احساسات کو دوسرے انسان تک پہونچانے کا وسیلہ بنتی ہے، اور اس طرح ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان تعلق کا خوشگوار اور حسب طلب واسطہ قائم ہوتا ہے، اور سماجی زندگی میں ہم آہنگی اور خیالات کے تبادلہ کی صورت پیدا ہوتی ہے، یہ اس کی عام افادیت ہے، اسی کے ساتھ اس کی خصوصی افادیت اس وقت سامنے آتی ہے جب اس کو فنی تقاضوں کے ساتھ استعمال کیا جائے، یہ صورت ادب کے دائرہ میں آتی ہے، اور اس کے ذریعہ انسان نے صرف کسی ایک انسان کو نہیں بلکہ انسانوں کے مجموعوں کو بہت فائدہ پہونچایا ہے، اور انسانی زندگی میں اس کی طویل تاریخ ملتی ہے۔

اس کی افادیت انسان کی کسی مناسب ضرورت کو پورا کرنے سے ہی تعلق رکھتی ہے، انسانی ذہن کو کسی مخفی حقیقت یا افادیت سے واقف کرانا یا اس کے احساسات وجذبات کے کسی صحتمندانہ تقاضے کو مدد بہم پہونچانا یا حوصلہ وہمت کو مہمیز لگانا یا طبیعت کی گراوٹ یا احساسات کی پستی کو دور کرنے اور ان میں قوت پیدا کرنے کا عمل کرنا یا طبیعت کی افسردگی کو انشراح کی نعمت عطا کرنا ادیب کے صحیح اور مناسب کردار کی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ سب پہلو انسان کے فطری پہلو ہیں، جو انسانوں کے مختلف طبقات واصناف اور مختلف مکاتب خیال سے تعلق رکھتے ہیں، اسی کی بناء پر ادب کے اختیار کرنے والے انسانوں کے مختلف ومتنوع مکاتب خیال ملیں گے، اور اس طرح ادب کا کردار ہم ہر طبقۂ انسانی میں دیکھ سکتے ہیں، اس میں ذاتی وانفرادی، سماجی و اجتماعی دونوں میدانوں میں اچھے نمونے ملتے ہیں، مذہبی دائرہ بھی اس میں آتا ہے، اور ادب کا آغاز دراصل مذہبی دائرہ سے شروع بھی ہوا، جبکہ انسان نے اپنے خدا کے سامنے اپنے دل کے واردات عبدیت وسرافگندگی کا اظہار مؤثر ڈھنگ سے پیش کرنا شروع کیا، اور پھر بڑھتے بڑھتے زندگی کے دیگر مواقع میں ادب کے کردار کو اپنایا گیا، حتی کہ وہ وسیع اور مؤثر سطح تک پہونچا۔

ہمارے رابطہ ادب اسلامی نے ادب کے اسی آغاز کو ترقی دیکر اس کی روح پرور کیفیت کو زندگی کے دیگر متنوع پہلوؤں میں تلاش کیا اور اس کو قارئین کی افادیت اور پسند کے لحاظ سے پیش کرنے کا سلسلہ قائم کیا، اس طرح احادیث نبویہ کے اندر بھی اس کو تلاش کیا، سیرت نبوی کے روح پرور اثر کے نمونے بھی پیش کئے، اور کلام الٰہی کے تعلق سے جو پہلو سامنے آئے ان کو بھی پیش کیا۔

اس طرح کے موضوعات پر ہمارا رابطہ ادب اسلامی اپنے قیام کے وقت سے اب تک سالانہ سطح پر ۲۷-۲۸ سیمینار منعقد کرچکا ہے۔ یہ سیمینار برصغیر

ہندوستان کے مختلف شہروں میں اسلامی ادب کے ایسے خاص موضوعات پر منعقد ہوئے، جو لوگوں کی توجہ سے عموماً مخفی رہے، اور نظر انداز ہوتے رہے تھے، افادیت اور وقت کی اس ضرورت کو سمجھنے کی کوئی خاص فکر عمومی طور پر نہیں کی جارہی تھی۔ رابطہ ادب اسلامی نے اپنے پروگراموں میں ادب پر غیر اسلامی اجارہ داری کو ختم کرنے کی بھی کوشش کی اور منظم طور پر دنیا کے مختلف ملکوں اور مختلف زبانوں میں اصلاحی کوشش کی، اور اسلامی ادب کو ہی حقیقی ادب کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

رابطہ کے قیام وکارگزاری کی تاریخ تفصیل سے بیان کرنے کے بجائے صرف اتنا عرض کرنا مناسب ہوگا کہ گذشتہ صدی کی آٹھویں دہائی کے آغاز میں متعدد عرب فضلاء کی موجودگی میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو سربراہ بناکر اس کوشش کا آغاز کیا گیا، اور اس کی پہلی مشاورتی میٹنگ مکہ مکرمہ میں ہوئی، اور لکھنؤ میں اس کا افتتاحی بین الاقوامی مذاکرۂ علمی وادبی منعقد ہوا جس میں بلاد عربیہ کے ممتاز مصنفین، اہل قلم اور اصحاب فکر جمع ہوئے، اور ہندوستان کے مدارس و جامعات کی بھرپور نمائندگی رہی۔ اس وقت سے تاحیات یعنی برابر ۱۹۹۹ء تک ان سب سیمیناروں اور مذاکرات ادبیہ کی سرپرستی اس کے بانی صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے رہے، اور مشقت اٹھاکر وہ ان پروگراموں میں شرکت بھی فرماتے اور اپنے خطبہ ومقالہ سے سامعین کو محظوظ فرماتے، انہی کے خطبۂ صدارت سے ان سیمیناروں کا آغاز ہوتا تھا۔ اس کے بعد ۲۰۰۰ء سے یہ ذمہ داری ہم جیسوں کے ناتواں کاندھوں پر پڑی، اور سالانہ سیمینار کے انعقاد کا سلسلہ جاری رہا۔ ان سیمیناروں میں بھی الحمد للہ مختلف ممالک اور بالخصوص ہمارے ملک ہندوستان سے ممتاز اہل قلم اور اصحاب علم وفضل اور دینی و اصلاحی کوششوں میں حصہ لینے والی شخصیات شریک ہوتی رہیں۔ ان میں اکثر نے اپنے مقالات اور بعض نے اپنے خطابات کے ذریعہ حصہ لیا۔

آج کا یہ سیمینار گجرات کی اس سرزمین پر منعقد ہورہا ہے، یہاں کی سرزمین کو علم وادب سے شروع سے مناسبت رہی ہے، اور اس سرزمین نے ہمیشہ علم وفضل کے ماہ وکواکب کو اپنی آغوش میں لیا ہے، اور یہاں کے لوگوں نے دوسری جگہوں پر جاکر بھی لوگوں کو فیض یاب کیا۔

یہ علاقہ علمی، ادبی اور دینی لحاظ سے نہ صرف یہ کہ زرخیز علاقہ ہے بلکہ مسلمانوں کی اس برصغیر میں آمد کا دروازہ بھی بنا، جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں بلکہ عربوں کا اس برصغیر سے تعلق اسی سرزمین سے شروع ہوا، اور مسلمانوں کی پہلی کھیپ یہیں کے ساحلوں پر پہونچی، جس کی طرف قرون اولیٰ سے مسلمانوں کی توجہ رہی، اور اسی سرزمین ہندوستان سے عربوں سے بلکہ حجاز مقدس سے تعلق کا نقطۂ آغاز ہوا، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہی عربوں نے سواحل گجرات پر قدم رکھا تھا۔ اسی طرح کچھ صحابہ اور تابعین نے بھی یہاں کا رخ کیا، اور جب ۱۵۹ھ میں عباسی خلیفہ نے یہاں کچھ لوگوں کو بھیجا تو ان میں حضرت ابوبکر ربیع بن صبیح البصری محدث تابعی (م ۱۶۰ھ) بھی شامل تھے، جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ حدیث کی پہلی کتاب انہوں نے ہی تیار کی، اس کی یہ برکت ظاہر ہوئی کہ اس خطۂ ارضی کو علم حدیث سے خصوصی مناسبت رہی اور پے در پے یہاں ایسی شخصیتیں پیدا ہوتی رہیں جنہوں نے حدیث کو موضوع بنایا، اور بعد میں یہاں علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے شاگردوں کے شاگرد، علامہ سخاویؒ کے شاگرد، علامہ ابن حجر مکیؒ کے تلامذہ کافی تعداد میں آکر مقیم ہوئے، اور علم حدیث کی اشاعت وترویج میں اپنی زندگیاں گزاردیں۔

صوفیاء کرام، دعاۃ ومبلغین، فقہاء ومحدثین کی آمد ہوئی، اور ان کے ذریعہ اسلام کا تعارف، اسلامی علوم وفنون کا تعارف اس ملک میں ہوا، اور حکمرانوں نے بھی اس ملک کو اپنا میدان عمل بنایا، اور سلاطین گجرات نے خصوصیت کے ساتھ بڑی علمی وادبی سرپرستی کی۔ مولانا عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ گجرات کو اس سلسلہ میں دہلی پر فوقیت دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "میں اس کو بلاخوف مخالفت کہہ سکتا ہوں کہ شاہان گجرات نے اپنے ڈیڑھ دوسو برس کے زمانۂ فرمانروائی میں جس قدر علوم وفنون کی سرپرستی کی، دہلی کی شش صد سالہ تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی، یہ صرف ان کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ شیراز ویمن ودیگر ممالک اسلامیہ کے چیدہ وبرگزیدہ علماء نے گجرات میں آکر بود وباش اختیار فرمائی جن کے فیوض سے چند دنوں میں گجرات مالا مال ہوگیا، اور خود گجرات میں اس پایہ کے علماء پیدا ہوئے جن کے فیوض علمی کی آبیاری سے اب تک ہندوستان کی درسگاہیں سیراب ہورہی ہیں۔(۱)

سلاطین میں سلطان مظفر شاہ حلیم گجراتی خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو نعم الخلف لنعم السلف کے صحیح مصداق اور علوم وفنون میں ماہر اور عامل بالعزیمت تھے، اور مظفر شاہ کا پوتا محمود شاہ دوم اس قدر علم پرور تھا کہ مولانا عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ "اس کے زمانہ میں سرمایۂ نازش ہندوستان شیخ علی متقی دوبار ہندوستان تشریف لائے، اور اسی کے زمانہ میں ایک عظیم الشان مدرسہ مکہ معظمہ میں باب العمرۃ کے متصل قائم کیا گیا، جس میں علامہ شہاب الدین ابن حجر مکی اور عزالدین عبدالعزیز

زمزمی وغیرہ علماء مکہ تدریس کی خدمت انجام دیتے تھے، علاوہ اس کے کئی رباط اور مکتب مکہ معظمہ میں تعمیر کرائے گئے۔ محمود شاہ نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ اس نے خلیج کتبایہ (کھمبایت) میں ایک بندر کی آمدنی محض حرمین شریفین کے رہنے والوں کے واسطے وقف کردی تھی"۔ (۲)

صوفیاء کرام کے ذریعہ توحید کی دعوت جوامت اسلامیہ کی اساس ہے، اس ملک ہندوستان میں عام ہوئی، گجرات کے علاقوں میں بھی یہ فیض اس طریقہ سے خوب پھیلا، اور اس فیض میں بھی صوفیاء کے ساتھ سلاطین کا بھی حصہ رہا۔ نواب صدر یار جنگ الرحمٰن خاں شیروانی لکھتے ہیں کہ "تاریخ گجرات کا یہ واقعہ قابل اضافہ ہے کہ ظفر خاں شاہ گجرات کا باپ "سہارن" فیروز شاہ بادشاہ دہلی کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر ایک معزز عہدہ پر ممتاز ہوا تھا"۔ (۳)

اہل قلوب مشائخ وصوفیہ کی جد وجہد اور ان کے انفاس قدسیہ سے گجرات میں ایمان کی باد بہاری چلی اور اس کے طفیل جلد ہی ایسے مواقع پیدا ہوئے کہ بڑی بڑی اہم علمی ودینی شخصیتیں پیدا ہوئیں، اور انہوں نے علمی ودینی سطح پر غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ چھٹی صدی ہجری سے لیکر گیارہویں صدی ہجری تک پورے برصغیر میں علماء دین وشریعت کی حیثیت سے یہ خطۂ ارضی پورے برصغیر میں سب سے زیادہ مایہ ناز رہا۔ متعدد ایسی عظیم شخصیتیں ہیں جو اس پورے برصغیر میں بہت خصوصی امتیاز کی حامل ہوئیں، جن میں شیخ علی متقی صاحب کنز العمال اپنے علمی کمالات اور نوع بہ نوع صفات سے بڑے ممتاز رہے، ان کے شاگرد وخلیفہ مولانا عبد الوہاب متقی ہوئے جو علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے مرشد و مربی اور استاد ہیں، اور ان کا گجرات کے اسی تاریخی اور علم دوست شہر بھروچ سے تعلق تھا، جہاں ہمارا یہ مذاکرۂ ادبیات منعقد ہو رہا ہے۔ اسی طرح ایک اہم شخصیت شیخ علاء الدین علی بن احمد المہائمی کی بھی ہے جن کے بارے میں مولانا عبد الحی حسنیؒ کا یہ جملہ کافی ہے کہ "میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سوا حقائق نگاری میں ان کا کوئی نظیر نہیں،........ کہیں اور ان کا وجود ہوا ہوتا تو ان کی سیرت پر کتنی کتابیں لکھی جاچکی ہوتیں، اور کس پُر فخر لہجہ میں مؤرخین ان کی داستانوں کو دہراتے"۔ (۴)

اسی طرح علامہ وجیہ الدین گجراتی کی شخصیت ہے جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وصول کیا، اور درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور تربیت وارشاد کے ذریعہ گجرات کو مرجع خلائق خطہ بنادیا تھا۔

اور علامہ مجد الدین محمد بن طاہر پٹنی کی شخصیت تو کسی تعارف کی محتاج نہیں، ان کو علم حدیث میں وہ درک اور عربیت و بلاغت میں وہ رسوخ حاصل تھا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی کے ساتھ ان کی کتاب "مجمع بحار الأنوار" کو جو قبولیت ملی وہ کسی کی نظر سے پوشیدہ بات نہیں۔

مولانا حکیم سید عبد الحی حسنیؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ) نے صحیح لکھا ہے کہ علوم وفنون میں اگر گجرات شیراز تھا تو حدیث کی خدمات کے لحاظ سے یمن میمون سے مماثلت رکھتا تھا۔

گجرات کا فیض صرف گجرات کے اندر محصور نہیں رہا، دور دور سے لوگوں نے گجرات میں آکر علم وادب کے چشموں سے سیراب ہونا چاہا۔ انہی نامور شخصیتوں میں ایک اہم نام شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) کا ہے جن کی تصنیفات ورسائل علوم شریعت وفنون ادبیہ سبھی پر محیط ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے صحیح لکھا ہے کہ:

"شیخ عبد الحق پر گجرات کی رونق اور اس کی اہمیت کا جو اثر تھا اس کا اندازہ اس شعر سے ہوسکتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

حقی از گوشۂ دہلی نہ نہم پا بیروں
خود گرفتیم کہ ملک گجراتم دادند" (۵)

مفتی قطب الدین نہروالے ایسے جلیل القدر عالم تھے کہ علامہ شوکانی کو ان کے متعلق اپنی کتاب "البدر الطالع" میں لکھنا پڑا: "وله فصاحة عظيمة، يعرف ذلك من اطلع على مؤلفه البرق اليماني في الفتح العثماني". ان کے علاوہ آصفی صاحب "ظفر الواله بمظفر و آله"، شیخ عبد القادر بن شیخ حضرمی صاحب "النور السافر في أعيان القرن العاشر" اور سید پیر مشائخ صاحب دیوان المشایخ جن کے ذریعہ سماج میں خصوصاً پالن پور کے خطہ میں بڑا اصلاحی انقلاب آیا۔ اور دوسری علم دوست وادب نواز شخصیتیں عبد العزیز آصف خاں، خان خاناں مرزا عبد الرحیم۔ اور خواتین کے علم وادب میں حصہ کو لیا جائے تو خان خاناں مرزا عبد الرحیم کی صاحبزادی جاناں بیگم، اور مشائخ وصوفیہ میں شیخ محمد غوث گوالیری کی گجرات میں خدمات، اور شیخ صبغۃ اللہ بھروچی (۱۰۱۵ھ)، شیخ عیسی جند اللہ، سید عبد الرحیم رفاعی سورتی اور سید عبد الصمد خدائی جو احمد آباد میں رہے، اور ان سے علماء فرنگی محل خصوصاً بانی درس نظامی ملا نظام الدین فرنگی محلی کے شیخ حضرت سید عبد الرزاق بانسوی نے کسب فیض کیا، قابل ذکر حضرات میں، نمونہ کے طور پر چند نام ذکر کئے گئے۔ شعراء میں مولانا نظیری وغیرہ۔ تذکرہ نگاروں میں صاحب گلزار ابرار محمد غوث شطاری اور دوسرے نام ہیں۔

اسی طرح فنون ادبیہ کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد ہے جیسے علوم ادبیہ کے امام علامہ بدر الدین محمد بن ابوبکر الدمامینی جو ۸۰۰ھ میں گجرات تشریف

لائے اور برسوں احمد آباد میں درس وتدریس فرماتے رہے۔ تسہیل ابن مالک کا نسخہ احمد آباد ہی میں ان کو ملا تھا، جس کی ایک مبسوط شرح لکھ کر سلطان احمد شاہ گجراتی کے نام پر معنون کی۔

جمال الدین محمد بن عبد اللطیف الجامی جو مخدوم زادہ کے لقب سے مشہور اور فنون ادبیہ میں یکتائے روزگار تھے، النور السافر میں ان کے عربی قصائد کے کچھ کچھ حصے منقول ہیں جو دیکھنے کے قابل ہیں۔ شیخ احمد بن عبد المعطی باکثیر محدث بھی تھے اور ادیب بھی، ان کے لطائف ادبیہ اور قصائد بلیغہ ڈھونڈھنے سے بھی اب نہیں مل سکتے۔ ثقۃ الدولہ مولانا عبد الصمد دبیر جو محمود شاہ دوم کے زمانہ میں میر منشی تھے۔ مولانا عبد اللہ محمد بن عمر آصفی جنہیں پہلے آصف خاں کی سرکار سے تعلق تھا، اس کے بعد اُلغ خاں کے میر منشی ہوگئے، ان کی کتاب "ظفر الواله" تعارف کی محتاج نہیں۔ مولانا ابوبکر بن محسن باعبود علوی سورتی صاحب مقامات ہندی مولانا عبد الحی حسنیؒ نے انہیں زبردست انشاء پرداز قرار دیا ہے۔

گجرات کا علمی وادبی اور دینی جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس خطہ میں سورت، احمد آباد، بھروچ، پالن پور، پٹن، خصوصی اہمیت کے حامل شہر ہیں، جنہوں نے علم وادب کی کشتی کی برابر ناخدائی کی۔ (۶)

جن شخصیتوں کا ذکر کیا گیا، ان میں سے اکثر شخصیات نے شریعت اسلامی اور دعوت اسلامی کو اپنا موضوع عمل بنایا، لیکن ان میں سے متعدد نے ادب و زبان کو بھی موضوع بنایا۔ ادب کے لحاظ سے یہاں جو شخصیتیں قابل تذکرہ ہیں ان کی طرف بھی گذشتہ سطروں میں اشارہ کردیا گیا ہے۔

ادبی شخصیات میں مغل حکومت کے مشہور سپہ سالار عبد الرحیم بیرم خان خاناں بھی جامع الکمالات اور جامع الاضداد ہستی تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں فارسی، ترکی اور ہندی کا بلند پایہ شاعر اور شعر وادب کا نقاد، جوہری اور مبصر بتایا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ "عبد الرحیم خان خاناں ہندی کے مانے ہوئے شعراء میں ہیں جن کا ہندی شاعری میں خاص مقام ہے، فارسی کے بھی چوٹی کے شعراء میں تھے۔ ان کی امارت اور ان کی جامعیت نے ان کی فارسی شاعری پر پردہ ڈال دیا، اگر وہ اس کو اپنی ناموری اور اظہار کمال کا ذریعہ بناتے تو ان کا پایہ ان کے دربار کے ان ایرانی شعراء سے کم نہ ہوتا جن کے نغموں سے فارسی شاعری کا ایوان ابھی تک گونج رہا ہے"۔ (۷)

آخری عہد میں علامہ عبد العزیز میمنی راجکوٹی نے تو اپنے عہد کے عظیم علماء ادب عربی سے اپنی تحقیقات کا لوہا منوالیا۔ ابو العلاء المعری کے سرمایۂ ادبی پر ان کی تحقیق وتنقیح ایک زبردست سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ عربی زبان وادب کے تعلق سے ایک نام مولانا محمد سورتی کا بھی بڑھا لیا جائے تو اور بہتر ہوگا۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ لکھتے ہیں:

"ادباء ومحققین عرب نے پروفیسر عبد العزیز میمن اور مولانا محمد سورتی کی عربی دانی، عربی لغت اور نحو پر ان کی گہری نظر اور علمیت کا لوہا مانا"۔ (۸)

ان شخصیتوں کو دیکھتے ہوئے ہمارے اس سیمینار کے لئے مناسب تھا کہ گجرات میں ہم اپنا سیمینار گجرات ہی کے علماء ادب اور ان کے کارناموں کو موضوع بنا کر رکھیں، یہ علماء گجرات خواہ ان میں سے اکثر کا کام خالص ادب پر نہ ہوا ہو، لیکن حدیث شریف اور اسرار شریعت اور قرآن مجید کی تفسیر پر جو کام انہوں نے انجام دیا، اس کو بھی ادب اسلامی کے دائرہ سے باہر نہیں دیکھا جاسکتا، ادب اسلامی کا وہ بھی ایک نمونہ ہے، اور حدیث شریف کی ادبی حیثیت پر بھی ہمارا رابطہ ادب اسلامی مستقل سیمینار منعقد کرچکا ہے، اور حدیث شریف کے ان نمونوں کو جو ادب کی اعلیٰ خصوصیات رکھتے ہیں، ان کو سیمینار میں پیش کیا گیا ہے، لہذا حدیث شریف کے اس پہلو کو جو اس کا ادبی پہلو کہا جاسکتا ہے، حدیث شریف پر کام کرنے والوں کے کاموں سے بالکل الگ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اس طرح اس سیمینار کے موضوع کے دائرہ میں اکثر علماء گجرات جنہوں نے خدمت علم میں تاریخی مقام بنایا ہے، آتے ہیں۔

امید ہے کہ ہم اس سیمینار میں پیش کئے جانے والے مقالات میں بڑے اچھے اور قیمتی سرمایۂ علمی و ادبی سے مستفید ہوسکیں گے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سیمینار کا نظم کرنے والوں اور اس کو کامیاب بنانے میں حصہ لینے والوں کو جزائے خیر دے، اور ان کو اس کی برکات عطا فرمائے، اور ان کی کوششوں کو قبولیت بخشے، اور ہماری خامیوں سے درگذر فرمائے۔ وله الحمد في الأولى و الآخرة وهو سميع مجيب.

حواشی

(۱) یادایام صفحہ ۶۸-۶۹
(۲) یادایام صفحہ ۵۵-۵۶
(۳) پیش لفظ یادایام صفحہ ۳۹
(۴) یادایام صفحہ ۹۳
(۵) مقدمہ یادایام
(۶) سورت کی شخصیات سے متعلق ایک قدیم مرجع حدیقۃ السورت کے نام سے معروف ہے۔ اور احمد آباد کی علمی وادبی شخصیات کے تعارف پر بھی مشائخ احمد آباد کے نام سے مولانا محمد یوسف متالا کی ایک دستاویزی کتاب بھی طبع ہوکر آچکی ہے۔ پالن پور سے متعلق مومن قوم کی تاریخ پر بھی اہم کتاب مفتی محمد ڈینڈ رولوی کی منظر عام پر آچکی ہے، جس میں ان شہروں کی شخصیات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا عبد اللہ سورتی کی کتاب "أضواء على الحركة العلمية و الأدبية في غجرات" پورے گجرات کی اجمالی تاریخ پر ایک جامع کتاب ہے، جو عربی میں ہے۔
(۷) ہندوستانی مسلمان ایک جائزہ صفحہ ۶۱
(۸) ہندوستانی مسلمان ایک جائزہ صفحہ ۶۸ ☆☆☆

اسلام اور علم

مولانا عبداللہ عباس ندویؒ

مسجدیں علمی درسگاہیں تھیں:

مسجد، عبادتِ نماز کے علاوہ بھی دوسرے انواعِ عبادت کے کام آتی تھیں، مسلمانوں کی مجلس شوریٰ مساجد ہی میں منعقد ہوا کرتی تھیں، ان کی سیاسی واجتماعی فلاح وبہبود کے لیے دعوت اسلام کو بڑھانے اور پھیلانے کا کام مسجدوں میں ہوا کرتا تھا، علم قرأت کے واقف علماء تجوید کی تعلیم دیتے، علمائے تفسیر وحدیث کے حلقۂ درس علیحدہ ہوتے، قاضی حضرات مسجد ہی میں فریقوں کے بیانات اور گواہیاں اور حلف لیتے اور فیصلہ دیتے۔

اساتذہ ومعلمین کی خدمات کی ابتدا قاری حضرات سے ہوئی جو لوگوں کو قرآن کریم کا تلفظ سکھاتے تھے ۱۷ھ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوسرے شہروں میں معلموں کے بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا تھا، (تاریخ عرب: ۳۵۴) اور عوام کو ہدایت ہوتی تھی کہ جمعہ کے روز مسجد میں جمع ہوا کریں اور دینی معلومات حاصل کریں۔

مسلمانوں نے مسجدوں کو پہلے دینی درسگاہ بنایا، کیوں کہ تعلیم ہمیشہ اجتماعی طور پر دی جاتی تھی اور اجتماع کی جگہ مسجد ہی تھی، اساتذہ کو تنخواہ دینے کا سلسلہ پانچویں صدی ہجری سے شروع ہوا ہے (المساجد: ۳۵) ساتویں صدی ہجری کے اواخر میں مصر کی جامع عمر بن العاص کے متعلق ابن سعید نے لکھا ہے:

مصر کے مرکزی شہر (قاہرہ) میں علمائے کرام کا حلقۂ درس تھا، ہر عالم طلبہ کے وسط میں مسند تدریس پر بیٹھتا، ان حلقوں میں کہیں تجوید قرآن کی مشق ہوتی کہیں فقہ اور نحو کے درس ہوتے تھے، میں نے معلوم کیا کہ ان طلبہ کا ذریعہ رزق کیا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ زکاۃ اور دوسرے اقسام کے عطیے اور ہدایا پر ان کی گزر ہوا کرتی ہے (نفح الطیب: ۳۴۱)۔

ابن عبدون الاشبیلی کہتے تھے کہ مساجد عبادت کی جگہیں ہیں، یہاں ان کو مکتوب کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ بچے طہارت کے آداب سے واقف نہیں ہوتے، اور ان کے کپڑوں میں نجاست بھی ہوتی ہے، لیکن اگر یہ ضروری ہی ہے کہ مسجد ہی کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے تو ان کی چھتوں پر اس کا نظم کیا جائے۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں عام طور پر مسجدیں مدرسہ اور مکتب کے لیے استعمال ہوا کرتی تھیں، اور ابتدائی کتابوں سے لے کر حدیث وتفسیر کے علوم بھی یہیں پڑھائے جاتے تھے۔

مشہور سیاح المقدسی (چوتھی صدی ہجری) علمائے فقہ کے حلقہ ہائے درس کی تعریف کرتا ہے اس نے مشرقی ممالک میں قاریوں اور ادیبوں کو تعلیم دیتے ہوئے دیکھا۔

علوم دینیہ کے علاوہ مسجدوں میں زبان وادب کی بھی تعلیم ہوا کرتی تھی، اور ان حلقہ ہائے درس میں عام مسلمانوں کو بیٹھنے اور استفادہ کرنے کی اجازت تھی۔

مرکزی شہروں کی بڑی بڑی مسجدیں جو کسی زمانہ میں ابتدائی کتابوں کی تعلیم اور تجوید قرآن کریم کے لیے مکتب کا کام دیا کرتی تھیں، آگے چل کر یونیورسٹیاں بن گئیں، اندلس کی مسجد قرطبہ، مغرب کی جامع قروین، قاہرہ کی جامع ازہر، دمشق کی مسجد اموی، ٹیونس کی مسجد زیتونہ یہ سب مسجدیں مکتب سے مدرسہ اور مدرسہ سے جامعہ (یونیورسٹی) میں تبدیل ہو گئیں، انہی قرآنی مکتبوں کے ذریعہ عالم اسلام میں ہر جگہ علم کی روشنی پھیلی۔ مغربی سوڈان کے شہر تنبکتو میں سولہویں صدی عیسوی (دسویں صدی ہجری) میں تین بڑی مسجدیں تھیں جن میں مشہور مسجد ''سنکری'' جو بعد میں یونیورسٹی بن گئی اور جواب بھی مغربی سوڈان کی بڑی درسگاہ ہے اور تمام علوم وفنون کی تعلیم کا ذریعہ ہے (تاریخ الفتاش: ۱۸۰)۔

مدارس اور جامعات (یونیورسٹیز) کا قیام:

ابتدائی تعلیم کے مکتب جن کو عربی میں ''کتاب'' کہتے ہیں ہر مسجد کے ساتھ ملحق ہوا کرتے تھے، اگر مسجد سے ملحق سائبان اور حجرے نہ ہوتے تو یہ کام مسجد کی دالانوں سے لیا جاتا تھا، ان مکاتب کی ابتدا تو دراصل صرف قرآن مجید پڑھنے، حفظ کرنے اور تجوید وقرأت کے لیے ہوتی تھی اور اس کے ساتھ ہی نماز، روزہ، طہارت کے مسائل بتائے جاتے تھے، سیرت نبویہ اور سیر الانبیاء کے اسباق بھی ہوتے تھے، بعد میں زبان ولغت، حساب، علم العروض کی طرف توجہ دی جاتی، چونکہ اصل مقصد ان مسجدی مکاتب کا یہ تھا کہ یہاں سے لوگ شریعت کے احکام پڑھ کر نکلیں اس لیے ان مکتبوں سے پڑھ کر نکلنے والوں کو فقیہ کہا جاتا تھا، جیسا کہ اب بھی نائجیریا، یوگنڈا وغیرہ میں رواج ہے۔

اس زمانہ میں جس کو یوروپ میں تاریک صدیاں کہا جاتا ہے اور یورپین سوسائیٹیاں جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھیں، اس وقت اسلام کے زیر نگیں ممالک میں درسگاہیں قائم تھیں، اور علم کا حصول عبادت الٰہی سمجھا جاتا تھا۔

مشہور مغربی سیاح ابن بطوطہ ہندوستان کے ایک ساحلی شہر ''ملبار'' کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہاں خواتین کے اندر قرآن حفظ کرنے کا رواج تھا۔

ورأيت بالمدينة ثلاثة عشر مكتباً لتعليم البنات وثلاثة وعشرين مكتباً لتعليم الاولاد ولم أر ذلك في سواها. (رحلة ابن بطوطة: ۸۰)

میں نے اس شہر (ملیبار) میں تیرہ مدرسے لڑکیوں کے اور ۲۳ مدرسے لڑکوں کی تعلیم کے دیکھے یہ بات اس شہر کے کہیں اور دیکھنے میں نہیں آئی۔

تنبکتو جو نہر سوڈان کے مغربی موڑ پر ایک شہر ہے اس میں سولہویں صدی عیسوی (دسویں صدی ہجری) میں مدرسوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے ایک سو اسی کے درمیان تھی (تاریخ الفتاش: ۸۰)۔

اہل اندلس کے اندر حصول علم کا شوق بہت زیادہ تھا، یہ لوگ علوم دینیہ کے علاوہ صنعت وحرفت کی تعلیم کی طرف بھی متوجہ تھے ایک اندلسی عالم ابن سعید کا بیان ہے کہ:

''اہل اندلس کا طلب علم میں جواب نہیں، وہ صرف معارف اسلامیہ ہی نہیں بلکہ صنعت وحرفت میں بھی دستگاہ رکھتے تھے اور اس کے حصول کے لیے جانفشانی کرتے تھے۔ اگر علم کتابی میں کوئی کمال حاصل نہ کر سکا تو چاہتا تھا کہ صنعت کے میدان میں نمایاں ہو، بیکار اور دوسروں پر بار بن کر رہنا ان کا شیوہ نہ تھا، علماء کی ان کے یہاں بڑی قدر ومنزلت تھی، لوگ دور دراز سے سفر کر کے ان کے پاس آتے، اور ان کی صحبت میں چند دن گزارنا عبادت سمجھتے، لیکن باوجود ان اوصاف کے یہ عجیب بات ہے کہ وہاں مدارس کے لیے علیحدہ عمارتیں بنانے کا رواج نہ تھا، مسجدوں ہی کو وہ مدرسہ سمجھتے تھے، ''فقیہ'' عالم دین کا مرتبہ سب سے اونچا تھا، یہاں تک کہ حکام وقت کو بڑے آداب والقاب سے یاد کرنا چاہتے تو اس کے نام کے آگے 'فقیہ' بڑھا دیتے، یہ صورت حال ساتویں صدی ہجری کی ہے، ادباء، ماہرین علم نحو کے فضلا، سب پر فقیہ کو فوقیت حاصل تھی۔

تاریخ اسلام میں اعلیٰ تعلیم کا سب سے پہلا مرکز بیت الحکمۃ جو عباسی خلیفہ مامون الرشید نے ۲۳۸ھ (۸۳۰ء) میں قائم کیا تھا، اس مرکز میں حکمائے یونان کے علوم کا عربی میں ترجمہ کیا گیا، اس مرکز سے ملحق علم فلک کی تعلیم کے لیے ایک رصدگاہ بھی تھی، قاضی صاعد بن احمد لکھتے ہیں: جب خلافت کی مسند پر مامون الرشید متمکن ہوا، اس نے روم کے والیان ریاست سے روابط قائم کیے اور ان کے پاس فلاسفۂ روم کے جو علوم تھے ان کی چھان بین کی، ان والیان حکومت نے مامون الرشید کو افلاطون، ارسطو، سقراط، جالینوس کی قلمی یادداشتیں بھیجیں، مامون نے اچھے اور کامیاب مترجمین کو جمع کر کے ان سے ان کی کتابوں کا ترجمہ کرایا، اور لوگوں کو ان کے پڑھنے کی ترغیب دی، ان علوم منطق وفلسفہ کو پڑھ کر علماء اسلام، نصرانی دانشوروں سے مناظرہ کرتے اور مامون کے دربار میں ان کے مقابلے ہوتے جن سے وہ محظوظ ہوتا، ان علماء کو انعام واکرام سے نوازتا، تاکہ ان کا ذوق بڑھے۔

عباسی دور کے عروج کا یہ زمانہ تھا اس وقت بغداد کا علمی مرکز روم کے علمی مرکزوں کا ہم پلہ ہو گیا تھا، اور جہاں تک تیسری صدی ہجری کا تعلق ہے اس عرصہ میں کوئی ملک بھی بغداد کا ہم پلہ نہیں کہا جا سکتا۔ اسلامی تاریخ، حدیث، فقہ، اصول فقہ، نحو، بلاغت، نقد، جغرافیہ، علوم فلکیات، کیمیا، طب، منطق میں جو کتابیں مرتب ہو گئی تھیں عالم اسلام آج تک انہی کو علوم کا مصدر اور اصول الاصول مانتا ہے، مثلاً چاروں فقہی مسلک کے اصول، حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی اسی دور میں مدون ہوئے، صحاح ستہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اسی عصر میں تمام وکمال کو پہنچی۔

مسلمانوں میں اعلیٰ تعلیم کا پہلا مرکز مدرسۂ نظامیہ ہے جس کو نظام الملک نے بغداد میں قائم کیا تھا۔ اس کی تاسیس ۴۵۸ھ (مطابق ۱۰۶۵ء) میں عمل میں آئی، نظام الملک دو سربراہان حکومت سلطان الب ارسلان سلجوقی اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے وزیر رہ چکے تھے، اور خود علمی ذوق میں ممتاز تھے تاریخ کے ساتھ موسیقی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

اس مرکز کے قیام کا اولین مقصد تو فقہ شافعی کی تعلیم تھی، کیوں کہ اکثریت شافعی اشعری تھی، لیکن اس کے ساتھ قرآن کی تجوید وتفسیر، علم التوحید، فرائض، تاریخ اور جغرافیہ کے دروس ایک منظم اصول کے ماتحت اور وقت کی پابندی کے ساتھ ہوتے تھے، طلبہ کی بڑی تعداد مدرسہ ہی میں رہتی تھی، اور ان میں بہت سے ایسے تھے جن کو گزارہ (اس زمانہ کی زبان میں 'اسکالرشپ' کہہ لیجیے) ملا کرتا تھا۔ ہٹی تاریخ العرب میں لکھتا ہے ''یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ مدرسۂ نظامیہ وہ معیاری درسگاہ تھی جس کی تقلید یورپ کے ان دانش کدوں نے بھی کی جو بعد میں جامعات (یونیورسٹیز) کی حیثیت سے مشہور ہوئے'' (تاریخ العرب: ۴۱۲)

۱۳۹۲ء میں مدرسہ نظامیہ، مدرسۂ مستنصریہ سے ملحق ہو گیا جس کو عباسی خلیفہ المستنصر باللہ نے فقہ کی تعلیم کے لیے قائم کیا تھا، اس میں اہل سنت کے تسلیم شدہ چاروں مذاہب کے مطابق فقہ کی تعلیم

ہوتی تھی۔

مدارس کا قائم کرنا ایک بڑا کار ثواب سمجھا جاتا تھا، ابن جبیر (بارہویں صدی ہجری) نے لکھا ہے کہ بغداد میں تیس اور دمشق میں بیس مدرسے تھے۔ (اخبار غرناطہ:۵۰۸)

غرناطہ کے حکمرانوں سلطان محمد بن اسماعیل کے حاجب رضوان النصری نے ۱۳۴۹ء میں ایک مدرسہ، مدرسۂ غرناطہ کے نام سے قائم کیا جو حقیقی معنوں میں ایک یونیورسٹی تھی، ابن الخطیب کہتے ہیں:

''ابوالنعیم رضوان النصری نے غرناطہ میں ایک مدرسہ کی بنا ڈالی، اس سے پہلے وہاں کوئی درسگاہ نہیں تھی، اس کے اخراجات کا بندوبست کیا، اور اس کے لیے جائدادیں وقف کیں، یہ مدرسہ اپنی مثال آپ تھا، خوش نمائی، وسعت، حسن ذوق وشکوہ کا نمونہ تھا، اور اس کے لیے ایک کثیر مقدار میں نہر پانی آنے کا راستہ بنایا''۔

اصول تعلیم، اور علماء کا مقام:

علمائے تدریس نے اصول تعلیم پر بھی کافی لکھا ہے، تعلیم کا مقصد، تدریس کا طریقہ، طلبہ کے فرائض، اساتذہ کا معیار، تدریس کے لیے کیسی جگہ ہونی چاہیے، قلم دوات رکھنے کا سلیقہ، قلم تراشنے کے اصول، املاء کا طریقہ، مسودات کی حفاظت، روشنائی سے کپڑوں کو بچائے رکھنے کے آداب، اسی طرح کے ۶۵ عناوین ابن خالویہ نے اساس العلم میں شمار کرائے ہیں ابن عبدون (ان کا عصر ابتدائی چھٹی صدی ہجری کا ہے) کہتے ہیں:

''مؤدب (معلم) کو چاہیے کہ بچوں کی تعداد زیادہ نہ بڑھائے، اہل فن اس کی ممانعت کرتے ہیں، یعنی مدرس کے پاس اتنے ہی طلبہ ہوں جن میں سے ہر ایک کی طرف وہ پوری توجہ دے سکے''۔

ابن خلدون اس کے بعد لکھتے ہیں:

''تعلیم بھی ایک صنعت ہے، اس کے لیے اچھی واقفیت، وسیع علم اور صاحب ذوق ہونا چاہیے، تعلیم بچوں کی ایسی ہی ہے جیسے جنگلی گھوڑوں کو رام کرنا اور ان کو قابوں میں رکھنا جس کے لیے سیاست (سائنس کا علم) ہونا چاہیے کہ کبھی شفقت سے چمکارنا، تھپ تھپانا، کبھی آنکھیں دکھانا اور اکسانا بھی ضروری ہے، تاکہ بچہ علم کے حصول کا عادی ہو جائے جیسے گھوڑا متعین راہ پر مناسب حال سے چلنے کا عادی ہو جائے، اور تادیب کا مطلب ہے کہ اس کو اچھے الفاظ بولنے کا انداز سکھایا جائے، نطق کی تصحیح کی جائے، حروف تہجی بتائے جائیں، دنیا میں انسان کے لیے دو باتوں سے زیادہ کوئی چیز مفید نہیں ہے، اگر وہ لکھنے پڑھنے کا کام کرے تو اس کو تہجی کی مشق کرائی جائے، اور اگر وہ بائع یا مشتری ہونے والا ہے تو اس کو حساب سکھایا جائے''۔ (رسالۃ فی القضاء والحسبۃ:۲۵)

ابن خلدون نے لکھا ہے:

''حصول علم کے لیے سفر اور علماء کی صحبت اور ان کے درس میں بیٹھنا طلب علم میں ترقی کا سبب ہے، علمائے فن سے جس قدر کثرت سے ملا جائے گا، علم میں اسی درجہ رسوخ اور پختگی حاصل ہوگی، علمی منافع کے لیے سفر ازبس ضروری ہے''۔

☆☆☆☆☆

جید عالم دین مولانا نصیر احمد خاں کی رحلت

۴؍فروری ۲۰۱۰ء کو دارالعلوم دیوبند کے طویل سابق شیخ الحدیث مولانا نصیر احمد خاں اپنے وطن دیوبند میں انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا نصیر احمد خاں مرحوم نے ۶۰ سال سے زائد دارالعلوم دیوبند میں درس دیا، مولانا کی ولادت ۲۳؍دسمبر ۱۹۱۸ء کو بلند شہر کے موضع ''بسی'' میں ہوئی، انہوں نے ۱۳۶۳ھ میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی، ۱۹۴۶ء میں دارالعلوم میں تدریس کا آغاز کیا۔ جس وقت دارالعلوم دیوبند میں ان کا تقرر ہوا تو یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا سید حسین احمد مدنی اور مولانا اعجاز علی امروہوی جیسے اساتذہ مسند درس کو رونق بخش رہے تھے۔ مولانا کی نماز جنازہ احاطہ مولسری میں مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری نے پڑھائی اور قبرستان قاسمی میں تدفین ہوئی۔ مولانا مرحوم سیرت واخلاق اور تقویٰ وعمل میں بھی بڑا مقام رکھتے تھے، انہوں نے پیچیدہ حالات میں بھی صبر وضبط کا دامن چھوٹنے نہ دیا، ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام اپنے تعزیتی مکتوب میں مولانا کی وفات کو ایک علمی خسارہ قرار دیا اور دعائے مغفرت کی۔

مولانا محمود الحسن ندوی کا انتقال

گزشتہ دنوں رابطہ ادب اسلامی ہند کے صدر مولانا محمود الحسن ندوی کا دہلی میں انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے انتقال پر ایک تعزیتی جلسہ بمبئی کے محمد بھائی پٹنی کی رہائش گاہ سہاگ پیلس مدن پورہ میں ہوا، جس کی صدارت کرتے ہوئے عالمی رابطہ ادب اسلامی ممالک مشرقیہ کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے فرمایا کہ ندوہ کے زمانہ طالب علمی ہی سے مولانا مرحوم ہمارے عزیز دوست تھے، ہم دونوں نے ندوۃ العلماء میں ساتھ ساتھ پڑھایا، وہ عربی ادب میں ایک ماہر استاذ کی حیثیت سے رہے، پھر وہ دہلی منتقل ہونے کے بعد علمی خدمات انجام دینے لگے اور سعودی سفارت خانہ سے منسلک ہو گئے۔ ڈاکٹر اجتباء ندوی مرحوم کے بعد وہ رابطہ ادب اسلامی شعبہ ہند کے صدر مقرر ہوئے۔ رابطہ سکریٹری مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نے مرحوم کو عالم اسلام کا ایک واقف کار عالم دین، باصلاحیت ادیب، بیدار مغز دانشور اور حسن اخلاق کا پیکر قرار دیا۔ اس موقع پر مولانا نذر الحفیظ ندوی نے بھی مرحوم کی خدمات کو سراہا اور جملہ حاضرین نے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔

اسلام: ایک عدل پرور نظام حیات

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

حضور اکرم سرور کائنات نبی رحمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ، اوصاف کریمہ اور خصائل شریفہ کا ذکر متعدد صحابہ کرام نے نہایت جامع اور بلیغ انداز میں کیا ہے، سب سے جامع وصف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ''کان خلقه القرآن'' (آپ اخلاق میں قرآن کا مجسم نمونہ تھے) لہٰذا آپ ﷺ کی پوری زندگی قرآن کریم کی سچی تصویر ہے، اسلام اور اس کے نظام حیات کی تعریف قرآن مجید نے ان الفاظ کے ساتھ کی ہے جو خصوصاً پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں نازل ہوئے ہیں ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ، فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾ [آل عمران:۱۵۹] (پھر یہ اللہ کی رحمت ہی کے سبب ہے کہ آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند خو، سخت طبع ہوتے، تو وہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے، سو آپ ان سے درگزر کیجئے اور ان کے لئے استغفار کر دیجئے، اور ان سے معاملات میں مشورہ لیتے رہیے، لیکن جب آپ پختہ ارادہ کر لیں، تو اللہ پر بھروسہ رکھیے، بے شک اللہ تعالی ان سے محبت رکھتا ہے، جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں)۔

اس پاکیزہ مثالی زندگی، اوصاف کریمانہ اور مکارم اخلاق کا جن کی تکمیل کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور تا قیامت آنے والی نسلوں کے لئے مکمل اور جامع نمونہ بنائے گئے، دین اسلام کے قیام واستقرار میں بنیادی کردار رہا ہے، باوجود اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی عظیم اخلاق اور مکارم اخلاق کے مظاہر سے پر ہے، لیکن دشمنان اسلام تجاہل عارفانہ کا ثبوت دیتے ہوئے آپ ﷺ کے متعلق بے بنیاد باتیں کرنے کی جرأت کرتے ہیں، حالانکہ دشمنوں پر مکمل قدرت کے باوجود آپ ﷺ نے ان کے ساتھ عفو ودرگزر، شفقت ومحبت، کشادہ قلبی، تحمل وبردباری، نوازش وکرم گستری کا جو برتاؤ اور معاملہ کیا ہے اور اسی کے ساتھ اسلامی معاشرہ کے ایک ایک فرد کو خیر وسعادت سے سرفراز کرنے کا جو غیر معمولی کارنامہ انجام دیا ہے، تاریخ انسانی اس کو دہرانے سے قاصر وبے بس ہے۔

یہی پاکیزہ اور عدل وانصاف پر مبنی مثالی زندگی آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسلم حکمرانوں کے لئے نمونہ رہی، چنانچہ جو شخص جتنا آپ کی سیرت کے مشابہ ہوگا اتنا ہی روح اسلام کے قریب تر ہوگا، صرف خلفاء راشدین نے ہی سیرت مبارکہ کی اقتدا نہیں کی، بلکہ بعد کی صدیوں میں بھی ایسے حکمراں، صلحاء، وزراء اور علماء پیدا ہوئے جو زمین کی زینت اور انسانیت کا گل سرسبد اور اپنی فضیلت وشرافت، جوہر وقابلیت اور دینداری وعلم دوستی میں نوادر روزگار تھے، اور ان کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ خدا کے سوا کوئی ان کا صحیح شمار نہیں کر سکتا۔ معاصر تاریخ میں بھی ایسے مسلم حکام ہوئے ہیں جنہوں نے سیرت طیبہ کی روشنی میں سیادت وقیادت کی باگ ڈور سنبھالی جن کی عدل پروری اور رواداری سے طویل اسلامی تاریخ کے ابواب روشن ہیں، اور جن مسلم حکمرانوں پر یورپین مورخین نے ظلم وجور اور سنگ دلی کا الزام دھرا ہے ان کے دور حکومت بھی نہایت زریں ہیں۔ اسلامی تاریخ ایسے زندہ جاوید کارناموں اور مثالی واقعات سے پر ہے جو مظلوم کی نصرت وحمایت اور حق کی راہ میں انجام دیئے گئے ہیں۔

خلیفہ راشد دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حاکم مصر حضرت عمرو بن العاص کے فرزند کے خلاف زبردست ایکشن لیا جنہوں نے ایک مصری کو زدوکوب کیا، اور ان کی گفتگو سے نسبی تفاخر کی بھی بو آتی تھی، انہوں نے کہا کہ ''خذها من ابن الأكرمين'' حضرت عمرؓ نے ان کا مؤاخذہ کیا اور یہ تاریخی جملہ کہا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ''تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا جب کہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے''۔

ابن عساکر سائب بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ جراح بن عبداللہ نے خلیفۃ المسلمین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب لکھ بھیجا کہ ''اہل خراسان کے حالات اطمینان بخش نہیں ہیں، ان کے علاج کے لئے تلوار اور کوڑے کی ضرورت ہے'' تو عمر بن عبد العزیز نے جواباً لکھا کہ ''تمہارا خط ملا جس سے معلوم ہوا کہ خراسانیوں کے حالات بگڑ گئے ہیں، ان کے علاج کے لئے تلوار اور کوڑے کی ضرورت ہے، لیکن تمہاری یہ باتیں حقیقت پر مبنی نہیں ہیں، ان کے علاج کا طریقہ عدل وانصاف اور

راست بازی ہے، لہٰذا اسکو اختیار کرو والسلام"۔

فتوح البلدان میں بلاذری نے ذکر کیا ہے کہ ابو حفص دمشقی نے مجھے بتایا وہ کہتے ہیں کہ سعید بن عبدالعزیز نے ہم سے بیان کیا کہ "جب ہرقل نے مسلمانوں کے خلاف لشکر جرار اکٹھا کرلیا جس کے نتیجہ میں یرموک کا فیصلہ کن معرکہ پیش آیا، اس کی اطلاع ملتے ہی مسلمانوں نے اہل حمص کو ان سے لیا ہوا خراج واپس کردیا اور کہا کہ ہم تمہاری مدد اور حفاظت سے معذور ہیں، لہٰذا تم اپنی حفاظت خود کرو، اہل حمص نے کہا کہ تم مسلمانوں کی حکومت اور عدالت ہمارے نزدیک اس ظلم وجور کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ ہے جس کو ہم جھیل چکے ہیں، ہم تمہارے گورنر کے ساتھ مل کر ہرقل کی فوجوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور ان کو شہر میں پَر مارنے نہیں دیں گے، یہودیوں نے کہا کہ "تورات کی قسم ہم ہرقل کے گورنر کو حمص میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے، چنانچہ انہوں نے حمص کے دروازوں کو بند کرلیا اور اس کی حفاظت کے لئے ممکنہ وسائل اختیار کئے، یہی معاملہ ان یہود ونصاریٰ کا بھی رہا جن سے مسلمانوں کا مصالحانہ معاہدہ تھا، انہوں نے بھی کہا کہ اگر روم کو مسلمانوں پر غلبہ ہوگیا تو ہم ایک بار پھر اہل روم کے ظلم وجور کا شکار ہوجائیں گے، اس کے برعکس ہم اسی موجودہ حالت میں مسلمانوں کے درمیان زندگی گزارتے رہیں گے، چنانچہ یرموک کے مقام پر اللہ نے دشمنوں کو شکست سے دوچار کیا اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا، مسلمانوں کی اس فتح پر تمام اہل حمص نے جشن منایا اور بخوشی ورغبت ٹیکس ادا کیا"۔

صلیبیوں نے داخلۂ بیت المقدس کے موقع پر فتح کے نشہ میں سرشار ہوکر مجبور مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا، اس کا ذکر ایک ذمہ دار مسیحی مؤرخ ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

"بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ پر صلیبی مجاہدین نے ایسا قتل عام مچایا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان صلیبیوں کے گھوڑے جو مسجد عمر سوار ہوکر گئے گھٹنوں گھٹنوں خون کے چشمے میں ڈوبے ہوئے تھے، بچوں کی ٹانگیں پکڑ کر ان کو دیوار سے دے مارا گیا، یا ان کو چکر دیکر فصیل سے پھینک دیا گیا، یہودی کل کے کل اپنے ہیکل (معبد) میں زندہ جلادئے گئے"۔

"دوسرے دن اس سے بڑے پیمانہ پر ان لرزہ خیز مظالم کا جان بوجھ کر اعادہ کیا گیا، "ٹینکرڈ" نے تین سو قیدیوں کی جان کی حفاظت کی ضمانت کی تھی، وہ چیختا چلاتا رہا اور ان سب کو باہر لاکر قتل کردیا گیا، پھر ایک زبردست قتل عام شروع ہوا، مردوں، عورتوں اور بچوں کے جسم ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کردئے گئے، ان کی لاشوں کے ٹکڑے اور کٹے ہوئے اعضاء کے ڈھیر لگے تھے، جب یہ سفاکانہ قتل عام اختتام کو پہونچا، تو شہر کی خون آلود سڑکوں کو عرب قیدیوں سے دھلوایا گیا"۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ۶ر۶۲۷، مضمون: Crusades ماخوذ: تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ اول، مؤلفہ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، ص: ۲۵۳)

۲۷ر رجب ۵۸۳ھ کو سلطان صلاح الدین ایوبی بیت المقدس میں داخل ہوئے اور پورے نوے برس کے بعد یہ پہلا قبلہ جہاں حضور ﷺ نے معراج کی شب میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کی تھی اسلام کی تولیت میں آیا، صلاح الدین ایوبی نے اس یادگار موقعہ پر جس عالی ظرفی، دریادلی اور اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کیا وہ عیسائی مؤرخ کی زبان سے سننے کے قابل ہے۔

"صلاح الدین نے کبھی پہلے اپنے تئیں ایسا عالی ظرف اور باہمت نائٹ ثابت نہیں کیا تھا جیسا کہ اس موقعہ پر کیا، یروشلم مسلمانوں کے حوالہ کیا جارہا تھا اس کے سپاہ اور معزز افسران ذمہ دار نے جو اس کے تحت تھے، شہر کی گلی کوچوں میں انتظام قائم رکھا، یہ سپاہی اور افسر ہر قسم کی ظلم وزیادتی کو روکتے تھے، جس کا نتیجہ تھا کہ کوئی ایسا واقعہ جس میں کسی عیسائی کو گزند پہنچا ہو پیش نہ آیا، شہر کے باہر جانے کے کل راستوں پر سلطان کا پہرہ تھا اور ایک نہایت معتبر امیر باب داؤد پر متعین تھا کہ ہر شہری کو جو زر فدیہ ادا کرچکا ہے باہر جانے دے"۔

پھر سلطان کے بھائی العادل اور بطریق اور بالیان کے ہزار ہزار غلام آزاد کرنے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتا ہے "اب صلاح الدین نے اپنے امیروں سے کہا کہ اب میرے بھائی اپنی طرف سے اور بالیان اور بطریق نے اپنی طرف سے خیرات کی اب میں بھی اپنی طرف سے خیرات کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں میں منادی کردیں کہ تمام بوڑھے آدمی جن کے پاس زر فدیہ ادا کرنے کو نہیں ہے آزاد کئے جاتے ہیں کہ جہاں چاہیں وہ جائیں اور یہ سب باب البعزر سے نکلنے شروع ہوئے اور سورج نکلنے سے سورج ڈوبنے تک ان کی صفیں شہر سے نکلتی رہیں، یہ خیر وخیرات تھی جو صلاح الدین نے بے شمار مخلصوں اور غریبوں کے ساتھ کی۔

غرض اس طرح سلطان صلاح الدین نے اس مغلوب ومفتوح شہر پر اپنا احسان وکرم کیا، جب سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو شروع کے صلیبیوں نے ۱۰۹۹ء میں یروشلم کی فتح پر کی تھی جب گوڈجرے اور ٹنکیرڈ یروشلم کے کوچہ وبازار میں سے گزرے تھے تو وہاں لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور جاں بلب زخمی تڑپ رہے تھے جب کہ بے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو ان صلیبیوں نے سخت اذیتیں دے کر مارا تھا اور زندہ آدمیوں کو جلایا تھا جہاں قدس کی چھتوں اور برجوں پر جو مسلمان پناہ لینے چڑھے تھے وہیں ان صلیبیوں نے انہیں اپنے تیروں سے چھید کر گرایا تھا اور جہاں ان کے اس قتل عام نے مسیحی دنیا کی عزت کو بٹہ لگایا تھا جب کہ اس مقدس شہر کو ظلم وبدنامی کے رنگ میں انہوں نے رنگا تھا جہاں رحم ومحبت کا وعظ جناب مسیح نے سنایا تھا اور فرمایا تھا کہ خیر وبرکت والے ہیں وہ لوگ جو رحم کرتے ہیں ان پر خدا کی برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔

جس وقت یہ عیسائی اس پاک ومقدس شہر کو مسلمانوں کا خون کرکے اس کو مذبح بنادیا تھا اس وقت وہ ان کے کلام کو بھول گئے تھے اور ان بے رحم عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی کہ سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں ان پر رحم وکرم ہورہا تھا۔ صفات خداوندی میں سب سے بڑھ کر رحم ہے، رحم عدل کا تاج اور اس کا جلال ہے، جہاں عدل اپنے اختیار اور استحقاق سے کسی کو جان سے مارسکتا ہے رحم جان بچاسکتا ہے۔

اگر سلطان صلاح الدین کے کاموں میں صرف یہی کام دنیا کو معلوم ہوتا کہ اس نے کس طرح یروشلم کو بازیاب کیا تو صرف یہی کارنامہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ وہ نہ صرف اپنے زمانے کا بلکہ تمام زمانوں کا سب سے بڑا عالی حوصلہ انسان اور جلالت اور شہامت میں یکتا اور بے مثل شخص تھا"۔ (تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ اول صفحہ ۲۶۸ر تا ۲۶۹)۔

مسلمان فاتحین اور حکمرانوں نے دین وعلم اور تہذیب کی بخشش میں کبھی بخل وتنگ دلی سے کام نہیں لیا اور حکومت واعزاز کے بارے میں وطنیت اور رنگ ونسب کا لحاظ نہیں کیا، وہ ایک ابر کرم تھے جو تمام عالم کو محیط تھا، اور اس کا فیض سب کے لئے عام تھا، جو سارے عالم کو سیراب کرتا گیا اور زمین کے ہر حصہ نے اس کو دعائیں دیں، اور مخلوقات نے اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق اس سے نفع اٹھایا۔

اسلامی تاریخ کے یہ بکھرے موتی ان مؤرخین کے یہاں طاق نسیاں بنے ہوئے ہیں جنہوں نے اسلام کی صاف ستھری شبیہ بگاڑنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے، جان بوجھ کر وہ ان تابندہ وروشن مثالوں کو نظر انداز کرتے ہیں، لیکن اسلامی تاریخ کے یہ روشن واقعات اسلامی نظام حیات اور اس کے اغراض ومقاصد کی صداقت وسچائی بیان کرتے ہیں، اسلامی نظام حیات اور غیر اسلامی نظام زندگی کے درمیان فرق کو اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ شور مچانے اور ہنگامہ کرنے والے بچوں کو خاموش کرنے کے دو راستے ہیں اول یہ کہ ان کی تسلی کے لئے انکو آتشیں کھلونوں میں مشغول کردیا جائے، دوسرے یہ کہ کچھ ایسے تعمیری کاموں میں لگا دیا جائے جن میں ان کی توجہات صرف ہوں، تو پہلے طریقہ کو اختیار کرکے بہت جلد نتیجہ برآمد ہوجائے گا، لیکن اس کا فائدہ دیرپا نہیں ہوگا آگ کے بجھتے ہی شور پھر شروع ہوجائے گا جس کے نتیجہ میں منانے اور بہلانے کا سلسلہ چلتا رہے گا۔

اسلام فرد کی تربیت اور معاشرے کی تشکیل مسلمات اور اقدار کی روشنی میں کرتا ہے، وہ ان کو ان کی ذمہ داری کا بھرپور احساس دلا کر سب سے بڑی طاقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، وہ اس کے لئے مثالیں پیش کرتا ہے اور قابل تقلید نمونہ سے بھی واقف کراتا ہے، آقا ومحکوم کے مابین پیدا ہونے والے ہر طرح کی غلامی کا سد باب کرتا ہے، فتنہ وفساد کے تمام دروازوں کے بند کرنے میں کسی طرح کی کوئی رعایت نہیں کرتا، یقیناً یہی وہ نظام حیات ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے، اس کی تطبیق سب سے آسان، اس کی تنفیذ سب سے سہل، اس کی تاثیر سب سے عام اور زندگی کے تمام شعبوں اور تمام تقاضوں کو محیط ہے۔

اسلامی نظام حیات انسان کی فطرت اور اس کے مزاج کے عین مطابق ہے، اور انسان کی آزادی کا ضامن ہے، خواہ وہ اظہار رائے کی آزدی ہو، عبادت وسلوک کی آزادی ہو، یا پھر تبلیغ دین اور اشاعت مذہب کی آزادی ہو، چنانچہ اسلامی حکومت میں غیر اسلامی تنظیموں اور اداروں کو آزادی حاصل ہوتی ہے اور وہ آزادی کے ساتھ اپنی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں، اسلامی حکومت میں غیر اسلامی اخبارات ورسائل پوری آزادی کے ساتھ نکلتے ہیں، حالانکہ ان کا عقیدہ اور ان کا نظام زندگی کلی طور پر اسلام سے مختلف ہوتا ہے، اسی پر بس نہیں، بلکہ وہ اسلامی حکومت میں رہ کر اپنے مذہب کی اور اس کی تعلیمات کی اشاعت بھی بغیر کسی رکاوٹ کے کرتے ہیں، زمانہ قدیم سے لے کر آج تک کی اسلامی رواداری کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی نظام حیات ہی کے سایہ میں غیر اسلامی عقائد اور دیگر اقلیتوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکتا ہے، کیونکہ یہی وہ نظام حیات ہے جو فطرت کے عین مطابق ہے، اس کے برخلاف اسلام دشمن طاقتیں اسلامی سرگرمیوں پر کھلم کھلا پابندی عائد کرتی ہیں، دعوت واصلاح کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں، بعض حالات میں تو عبادات کے راستے تک میں روڑے اٹکاتی ہیں۔

(ترجمانی: حبیب اللہ فتحپوری)

اسم پاک "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا عبدالرحمن نگرامی ندویؒ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ. (آل عمران:۱۴۴)

"ان کے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں سو اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ گے اور جو کوئی بھی الٹے پاؤں واپس چلا جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہ کرے گا اور اللہ عنقریب شکرگزاروں کو بدلہ دے گا"۔

حضورؐ کا نام نامی آپ کے دادا "عبدالمطلب" نے رکھا تھا، عام طور پر اس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ رجاء ان یحمد عبدالمطلب نے آثار نیک دیکھ کر محمدؐ نام رکھا کہ مستقبل میں یہ مولو وسعید آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم مجموعۂ محامد اور مرجع خلائق بنے۔ ارباب تصوف موشگافی کی انتہا کر دیتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ یہ لفظ "محمد" خدا کے نام "احد" سے مشتق ہے۔

اگر چہ عام طور پر نام کی صرف اس قدر ضرورت سمجھی جاتی ہے کہ چند چیزوں میں باہم امتیاز قائم رہے لیکن نام کی صحیح اور حقیقی غرض یہ نہیں، اسم کو اپنے مسمّٰی کے صفات، خواص اور حالات کا آئینہ ہونا چاہئے۔ افراد کے نام رکھنے میں تو اس کا کم لحاظ کیا جاتا ہے لیکن عموماً انواع واجناس کے نام اسی مقصد کو پورا کرتے ہیں، مثلاً انسان، مسلم قوم، شاذ ونادر طریقہ پر افراد واشخاص کے ناموں میں بھی اس کا لحاظ کر لیا جاتا ہے جیسے "مسیح" اور "بدھ" یہ دونوں نام اپنے مسمّٰی کے اوصاف اور خواص کو بتلاتے ہیں۔

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے جیسا کہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ آپؐ سے پہلے عرب میں کہیں اس نام کا پتہ نہیں چلتا مؤرخین اکثر لکھتے ہیں ولم یکن شائعاً بین العرب هذا الاسم، اس حلت کو تسلیم کرتے ہوئے دیکھا جائے تو اتفاقی طور سے "نام مبارک" کا "عبدالمطلب" کے ذہن میں آنا منشاء خداوندی معلوم ہوتا ہے کہ جب اس نام کا محل کامل دنیا کو اپنے وجود گرامی سے مشرف کر چکا تو پھر اسم بھی فطری طور سے نام رکھنے والے کو ذہن میں وارد ہوا۔

"نام مبارک" کا عام اور سادہ ترجمہ یہی کیا جاتا ہے کہ "وہ ذات جس کی تعریف کی گئی" اس ترجمہ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس جامعیت کبریٰ، برزخ کامل اور مقصود آفرینش کے فضائل وکمالات کے سامنے ترجمہ ہیچ ہے خدا کے تمام نبی اس کے نزدیک موجب توصیف ہیں، دنیا کے تمام حکیم فاتح عام انسانوں کی نظروں میں لائق مدح وستائش ہیں، اس لیے اس ترجمہ کی صحت کو پورے طور تسلیم کرتے ہوئے تخصص کو اور زیادہ وسعت دیں، صاحب مفردات "محمدؐ" کے معنی لکھتے ہیں: الذی اجمعت فیه الخصال المحمودة یعنی مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ لفظ محمدؐ کے معنی مجموعۂ خوبی کے ہیں ع

اے کہ تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

کارساز قدرت کے وسعت لامحدود، اس کے کرشمے ناقابل شمار، اس کی خلقت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے وا ہے۔ غور کرنے سے ہم اپنی عقل کے مطابق اس فیصلہ پر پہنچتے ہیں کہ قدرت نے تخلیق انواع کے لیے ایک معیار مقرر کیا ہے، مخلوقات کی ہر نوع کا ایک درجۂ کمال ہے کہ جس کے آگے اس کا قدم نہیں بڑھتا "حیوانات" "نباتات" اور "جمادات" تک میں اس کے شواہد مل سکتے ہیں، سورتیں ایک ہیں شکلیں متحد ہیں، اوصاف مختلف ہیں، لیکن ان مختلف اوصاف کی ایک انتہا ہے جسے جنس اعلیٰ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ جس کے آگے کوئی درجہ نہیں، ہر نوع میں جنس اعلیٰ کو جس پر اوصاف جامعیت کے ساتھ جا کر ختم ہوتے ہیں، ہم مقصود فطرت اور نقطۂ تخلیق کہہ سکتے ہیں...... اس نقطۂ تخلیق کی اصطلاح کو پوری تشریح کے ساتھ ذہن میں رکھنا چاہئے یہ بات تھوڑے غور وفکر سے بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہے، تجسس اور تفتیش کے بعد تمام انواع مخلوقات کے اوصاف کا ایک درجۂ اعلیٰ پاتے ہیں کہ جس کے آگے انسانی معلومات میں کوئی درجہ نہیں۔

دوسرے تمام انواع کی طرح اس مقصود فطرت کو انسانوں کی جماعت میں بھی تلاش کرنا ضروری ہے، دوسری مخلوقات اور انسانوں میں ایک عام اور بین فرق یہ ہے کہ وہاں نوع کے سیکڑوں افراد ہیں اور یہاں اوصاف وخصوصیات کے اعتبار سے ہر ہر فرد اپنے مقام پر نوع مستقل ہے، آفرینش انسان کی مجمل یا مفصل تاریخ پر ایک اجمالی نظر بتلا سکتی ہے کہ آج بھی انسان کی شکل وشباہت، اس کے اعضاء وجوارح، اس کا ڈھانچہ، جسمانی ساخت ٹھیک وہی ہے، سب چیزیں وہی ہیں، جو دنیا کے پہلے انسان کی تھیں لیکن دماغی کیفیتوں کا حال ان سے جداگانہ ہے، ان میں برابر ارتقاء واختلاف جاری ہے، اب اگر انسان کی اس ارتقائے دماغی پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ماقبل ومابعد ادیوں، زبانوں کی تاریخ میں ارتقائے دماغی کی آخرترین سرحد اگر کوئی معلوم ہو سکتی ہے تو وہ ذات قدسی صفات آقائے نامدار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، لغات قاموس نے لفظ "حمد" کے ایک معنی قضاء الحق کے بھی بتلائے ہیں، پس لفظ "محمد" کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ جس کا حق پورا کر دیا گیا ہو یعنی قدرت کی جانب سے نوع انسان کو جس سرحد تک کمال تک پہنچانا مقصود تھا اور انسان کا اپنے خالق پر جو حق تخلیق مقرر تھا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا کر دیا گیا، علم وعمل، خَلق وخُلق، دماغ وکیرکٹر، ارتقائے ذہنی وارتقائے عملی یہی دو چیزیں انسان کا خلاصہ اور اس کی کائنات تخلیق کا لب لباب ہیں، اول ثانی کے لیے بنیاد ہے، علم عمل پر، کیرکٹر دماغ پر، خُلق خَلق پر قائم ہے یہ ایک عجیب نکتہ ہے جس کی تشریح میں یہ ہے کہ جتنی ہی کسی انسان کی حالت مکمل ہوگی اسی قدر اس کی خلقی کیفیت راسخ ومستحکم ہوگی، ایک کا کمال دوسرے کے کمال کی علامت اور ایک کا نقصان دوسرے کے نقصان کی نشانی ہے تاریخی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ کیرکٹر اور اخلاق کی جملہ شاخوں کی پختگی اور تکمیل کا جو نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک نے پیش کیا عالم انسانی اس کی نظیر سے عاجز ہے حتیٰ کہ خود دشمنوں کے اقرار سے اس کو فرما دیا گیا۔ انک لعلیٰ خلق عظیم۔ محاورات عرب سے "حمد" کے یہ بھی معنی معلوم ہوتے ہیں کہ کسی کام کو اپنی قدرت کے مطابق انجام دینا، حماسات میں نیزہ کے بھرپور پڑنے کے وقت حمدت بلاوه (میں نے وار پورا کیا) کا محاورہ بہت مشہور ہے، اس معنی کو سامنے رکھتے ہوئے اور اوپر کے مضمون کو پیش نظر رکھ کے بے تامل کہا جا سکتا ہے کہ لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی مخلوق کامل کے بھی ہیں۔

منجملہ دیگر کمالات نبوت ومعجزات رسالت کے ایک معجزہ گرامی حضور اقدسؐ کا نام نامی بھی ہے، یہ زندۂ جاوید معجزہ بعثت کے وقت سے تاہنوز اپنے فضائل کی شہادتیں پیش کر رہا ہے، صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ محمد الذی یحمد مرة بعده مرة، جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو، تعریف کے بعد تعریف اور توصیف پر توصیف ہوتی رہی، زمانہ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے اور انسان اپنی سعی وکوشش کے مطابق جس درجہ ترقی کرتا جاتا ہے محض اعتقاداً نہیں بلکہ واقعۂ رسالت مآب روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات سے پردہ اٹھتا جاتا ہے، علماء وفضلاء یورپ کی اکثریت تاریخ اسلام کے ماتحت اپنا مطالعہ جس قدر گہرا کرتی جاتی ہے، دنیا کی مختلف پریشانیوں اور بے قراریوں کو معدوم کرنے کی ضرورت جتنی ہی ان کے نزدیک بڑھتی جاتی ہے، بادلِ ناخواستہ انہیں اسی راہ کی طرف آنا پڑتا ہے اور زبانِ اعتراف کھولنا پڑتا ہے کہ بے شبہ پیغمبر عرب کے قانون دنیا کی ضرورتوں کے کفیل اور ان کی زندگی عالم انسان کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے، اہل ایشیا کا رجحان طبعی جتنا روحانیت اور سادگی کی طرف بڑھ رہا ہے اسی قدر وہ پیغمبر عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہوتا جاتا ہے، یہ دنیا کا صرف واحد معجزہ ہے کہ نام مبارک (۱۴۳۱) چودہ سو اکتیس برس پہلے سے اس آنے والی حالت کا پتہ دے رہا ہے مستقبل میں دنیا کی عمر جس قدر دراز ہوگی خواہ وہ اپنی موجودہ حالت میں ترقی کرے جس کو بظاہر امید نہیں اور خواہ اپنے پچھلے سبق دہرائے دونوں حالتوں میں اسے کمالات نبوت کے اعتراف سے چارہ نہ ہوگا اس حیثیت سے نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ سلسلۂ اوصاف ومحامد ہوگا۔

جیسا اوپر کہا گیا ہے عام طور سے اشخاص کے نام اور اوصاف باہم کوئی نسبت نہیں رکھتے شاذ ونادر اتفاقی حیثیت سے تناسب بھی مل جاتا ہے اور ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ کسی انسان کا وہ نام رکھا گیا ہو جو اس کی تمام زندگی کا آئینہ اور اس کے شعبہائے حیات کی تفصیل ہو، مگر نام نامی آقائے نامدار اس سے مستثنیٰ ہے، اسی مطابقت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس خاص نام کے رکھنے کے متعلق ضرور عبدالمطلب کو ایک غیبی تحریک ہوئی، اب غور کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خلاصہ دوست ودشمن کی یکساں تنقید، حاضر وغائب کی رائے زنی کا ماحصل اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ علم وعمل، ظاہر وباطن خَلق وخُلق ہر حیثیت سے حضورؐ کی زندگی قابل تعریف تھی اور اسی خلاصۂ حیات کا ترجمہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس سے بھی زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ نام مبارک حضورؐ کے نہ صرف نبی بلکہ خاتم النبیین ہونے کی دلیل بھی ہے کمال وکمال اخلاق بھی انبیاء علیہم السلام کی مخصوص اور ممتاز صفات میں سے ہیں، دوسرے انبیاء علیہم السلام کا کمال علمی وعملی کسی ایک خاص صفت میں مخصوص تھا لیکن حضورؐ کی جامعیت آپؐ کی سوانح وتعلیمات سے معلوم کی جا سکتی ہے، لفظ "محمد" کے معنی مجموعۂ خوبی اور "مخلوق کامل" کے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں، اس کے آگے کوئی نقطہ ہی نہیں ہے، اسی حالت پر کمال کلی کی انتہا اور معارف کا اختتام ہے جس کے بعد نہ کسی نبی کی حاجت نہ کسی نبی کا وجود ممکن ہے مستشرقین

یورپ میں سے جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کیا ہے وہ باوجود ہزار سعی تنقیص اعتراف کمال پر مجبور ہوئے ہیں، سر ولیم میور اور مارگولیتھ جیسے سخت لوگوں کو بھی کھلے اور چھپے لفظوں میں اس کا اقرار کرنا پڑا کہ پیغمبر اسلام کی تعلیم انتہائی سچائی اور حقیقی صداقت پر مبنی نظر آتی ہے، عہد نبوت میں بھی اسی قسم کے واقعات پیش آچکے ہیں کہ بعض سخت ترین منکر ایک توجہ نظر اقدس کی تاب نہ لا سکے، عبد اللہ بن سلام جو نامور علماء یہود میں سے تھے، وہ جس طرح اسلام لائے معلوم ہے بعثت کے حالات، سیرت طیبہ، تعلیم و تلقین اپنے اندر کچھ ایسی کشش رکھتی ہے کہ مخالف سے مخالف اور سخت سے سخت حریف اعتراف پر مجبور ہوجاتا ہے، اسی خاصیت اور بے اختیارانہ کشش کو نام مبارک میں بیان کیا گیا لفظ "محمد" عربی زبان میں تحمید سے مشتق ہے جو باب تفعیل کا مصدر ہے اس باب کے معنی کے خواص میں سے ہے کہ کسی کام کو وجود میں آنا اس طور پر مانا جائے کہ گویا کسی مخفی یا ظاہر طاقت نے اس کو وجود میں آنے کے لیے مجبور کیا جیسے صرّف (پھیر دیا) یعنی کسی طاقت نے بے اختیار کر کے پھیر دیا اسی طرح "محمد" کے معنی ہیں وہ جس کی تعریف بے اختیار کی گئی ہو، اس معنی سے اسی قوت جاذبہ اور کشش اصلی کی طرف اشارہ ہے عبد اللہ بن سلام کے متعلق مروی ہے کہ وہ چہرۂ اقدس کو دیکھتے ہی پکار اٹھے ھذا لیس وجہ کذاب، یورپ میں بڑی ہوشیارانہ تدبیر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدترین پیرایوں میں دکھلانے کی کوششیں کی گئی ہیں، لیکن اب آج کل بعض جماعتوں اور خدا ترس بندوں کی طرف سے جو مساعی جمیلہ کی جارہی ہیں انہوں نے تجربہ کرادیا کہ جب بھی اصل صورت ان کے سامنے پیش کی گئی ہے تو انہوں نے یہی کہا کہ یہی تو ہمارا "کعبۂ مقصود" ہے۔

اس باب کی دوسری خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ کسی کام کے اس طور پر ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنے تمام پہلوؤں کا استقصاء کیے ہوئے ہے کوئی جزو اس سے چھوٹا ہوا نہیں استعمال میں آتا ہے قتلہ تقتیلا یعنی خوب خوب قتل کیا اس خاصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے نام مبارک کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ "محمد" یعنی جس کا جزء جزء قابل تعریف ہے اصلاح نفس، تدبیر منزل اور تدبیر مدن کی وہ کون سی شاخ ہے جس کا عملی نمونہ ذات قدسی صفات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش نہیں کردیا، انبیاء علیہم السلام کا تمام تر سلسلہ عالم میں ایک خاص ترتیب ونظام کے ساتھ آیا اور ہر ایک اپنے اندر کوئی نہ کوئی کمال اخلاق یا عرفانی یا انتظامی لایا یہ بابرکت سلسلہ جب اپنی حدونہایت کو پہنچا تو ضرورت ہوئی کہ عالم انسان کے سامنے ایک ایسا نمونۂ کامل پیش کیا جائے جو ان تمام صفات کا مجمع اور فضائل کا آئینہ ہو جس کی زندگی کو سامنے رکھنے سے موسویانہ مستی، مسیحانہ اخلاق، ابراہیمی محبت بیک وقت نظر کے سامنے آجائے، اور پھر ان تمام اوصاف میں وہ اپنے متقدمین سے بالاتر ہو، وہ ہستی جامع اور برزخ کامل ذات پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم ہے اسی لیے حضرت مسیحؑ نے اپنی بشارت میں لفظ "احمد" فرمایا یعنی وہ آئے گا جو اپنے تمام آنے والوں کا سردار سب پر فائق ہوگا، دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب نے اپنی کامل نشو ونما جب ہی پائی ہے جب وہ معرفت وروحانیت کی آغوش سے نکل کر سلطنت اور حکومت کی گود میں چلے گئے ہیں مسیحی مذہب کی ترقی رومی بادشاہوں کی رہین احسان ہے، بودھ نے بہت کچھ تبلیغ کی لیکن اس کا عالمگیر مذہب بھی اسی وقت اپنی تکمیل کرسکا جب وہ اشوک خاندان کی سرپرستی میں آگیا، لیکن اسلام اپنی تاریخ میں بالکل علیحدہ ہے وہ جن جن ملکوں میں گیا اور جن جن جماعتوں میں پھیلا اخلاق وروحانیت سے گیا، غریب تلوار، اسلام میں روحانیت اور مذہب کے داخلہ کے بعد گئی ہے افریقہ اور ہندوستان کی نظیریں اس بارہ میں بہت صاف ہیں، اس خاص نعمت تبلیغ کو بھی نام مبارک میں ظاہر کردیا گیا ہے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین بظاہر اسباب مفاسد کے مٹنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی لیکن فطرت کی تدبیریں اندر اندر جاری رہتی ہیں اور ایک وقت معین پر ظاہر ہوجاتی ہیں فطرت کی رفتار ہوا کی طرح تیز اور سیلاب کی طرح نرم ہوتی ہے۔ خوش تدبیری اور حسن اسلوب کے موقعہ پر بھی حمد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے پس لفظ "محمد" کے ایک یہ بھی معنی قرار دیے جاسکتے ہیں کہ وہ جس کے ساتھ خوش تدبیری نے ترقی کی، آپ ﷺ کی تعلیم کا انتشار آپ ﷺ کا لایا ہوا دین خدا کی خاص مرضی اور خاص تدبیر سے عالم میں پھیل گیا جس کی سرعت اور بغیر جدوجہد رفتار ترقی سے اس وقت بھی دنیا متحیر ہے۔

الغرض اسلام کی تمام معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام کا نام مبارک بھی اپنے معانی کے لحاظ سے مختلف خوبیوں کا مرقع، بہتیرے فضائل کا خلاصہ ہے، ایک طرف وہ اپنے مسمّیٰ کے کام اور کام کے انجام کی پیشین گوئی ہے، دوسری طرف اس کے کاموں کی تاریخ اور اس کی تعلیم کا لب لباب ہے۔

پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے نبی کا ایسا پاک نام رکھا، اور پاکیزہ ہے وہ نبی جسے اس کے معبود نے ایسی فضیلتوں سے آراستہ کیا۔

☆☆☆☆☆

آخرت سے غفلت

مولانا محمد الحسنیؒ

"یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ". (الروم: ۷)

"وہ دنیاوی زندگی کا بھی صرف ظاہر جانتے ہیں اور آخرت سے وہ بالکل غافل ہیں"۔

قرآن مجید کا اعجاز، کلام الٰہی کی حیثیت سے اس کی ہر آیت، ہر سطر، بلکہ ایک ایک لفظ اور حرف سے نمایاں ہے۔

یہاں ان لوگوں کا ذکر کیا جارہا ہے جن کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ دنیا سے اور حقائق اشیاء سے بہت واقف ہیں، بہت ذی شعور اور بہت ہوشمند ہیں، جہاں دیدہ اور سرد وگرم دیکھے ہوئے ہیں اور دنیا میں کامیاب اور اکثر لوگوں کی نگاہ میں قابل رشک زندگی گزار رہے ہیں، لیکن قرآن مجید چند الفاظ میں ان کا سارا طلسم پاش پاش کردیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ لوگ جن کو تم بہت ترقی یافتہ، دانشمند اور آج کل کی اصطلاح میں دانشور سمجھ رہے ہو، دنیاوی زندگی کی اصل حقیقت کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی، یہ صرف اس کا ظاہر دیکھتے ہیں، اور اس کی ظاہری خوشحالی پر ریجھ گئے ہیں۔

جس طرح بچے یا نا سمجھ انسان، ظاہری چمک دمک اور زیب وزینت کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اس کی حقیقت اور انجام تک ان کی رسائی نہیں ہوتی، وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ ایسا رنگ ہے جو شام ہونے سے پہلے اتر جائے گا اور ایسا کھلونا ہے جو دیکھتے دیکھتے ٹوٹ پھوٹ جائے گا، اسی طرح یہ فلسفی، سیاستداں، بڑے بڑے کاروباری اور صنعت کار جن کے یہاں سیکڑوں، ہزاروں پڑھے لکھے نوکر ہیں، پھر ان کے اثر سے عام لوگ دنیاوی زندگی کا صرف ایک رخ جانتے ہیں، اور جس طرح چاند کا ایک رخ ہمیشہ چھپا رہتا ہے، اسی طرح اس تصویر کا دوسرا رخ ان کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔

قرآن مجید نے یہ نہیں کہا کہ وہ دنیا کے تو ماہر ہیں، آخرت کو نہیں جانتے، وہ یہ چیلنج دیتا ہے کہ وہ دنیا کی حقیقت بھی نہیں جانتے، اس کی ناپائیداری وبے ثباتی، اس کا تغیر وانقلاب، اس کے اندر کام کرنے والے پسِ پردہ غیبی اشارے، نہ سمجھ میں آنے والے واقعات، خوشحالی، بے چینی، ناکام فتوحات، آرام کے باوجود بے آرامی اور وسائل کے باوجود محرومی، دولت میں رہتے ہوئے فقر، ایسی تابناک اور بعض وقت المناک حقیقتیں ہیں کہ کوئی ان سے صرف نظر نہیں کرسکتا، قرآن مجید دوسری جگہ کہتا ہے کہ:

"لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ". (التوبہ: ۵۵)

(یہ ساری نعمتیں اور سامان عیش اس لیے ان کو دے رکھا ہے) "تاکہ اسی کے ذریعہ ان کو عذاب دے اور کفر کی حالت میں ان کی جان نکلے"۔

ان چیزوں کی اصل حقیقتیں تو آخرت میں منکشف ہوں گی، جب یہ مال ودولت کے انبار (جو ظلم وزیادتی کے ساتھ جمع کیے گئے اور ہوس نفسانی کو پورا کرنے اور خدا کی نافرمانی اور بغاوت کے لیے استعمال کیے گئے) ان کے گلے کا طوق بن جائیں گے اور ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو اس سے داغا جائے گا، لیکن اس دنیا میں بھی اس کی ظلمت، بے برکتی، بے آرامی ظاہر ہوتی ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ ان چیزوں میں بجائے خود، آرام وسکون پہنچانے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو دولت حاصل کرنے کے بعد ہر شخص لازماً خوش رہتا، عہدہ ومنصب حاصل کرنے کے بعد ہر شخص مطمئن زندگی گزارتا، لیکن ایسا نہیں ہوتا، اللہ جب چاہتا ہے سارے وسائل واسباب کے موجود ہوتے ہوئے ناکام بنادیتا ہے اور بغیر کسی سبب اور وسیلہ کے کامیاب کرتا ہے، دو آدمی ہیں، ایک غریب ونادار، لیکن خوش ومطمئن، راضی برضا، شاکر وصابر، ایماندار اور محنتی، ایک دولتمند ہے لیکن بے چین، خائف، بے آرام، ناشکرگزار، ناراض، بددیانت، یہ وہی دنیا کے ظاہر وباطن کا فرق ہے، ظاہر وہ، جو بھی سامنے نظر آتا ہے، باطن وہ، جس میں خدا کی غیبی طاقت کام کرتی ہے، اس کو حدیث نبویؐ میں اس طرح ادا کیا گیا ہے:

"خیر الغنیٰ غنی النفس، وخیر الزاد التقویٰ"

یعنی بہترین دولت، دل کی دولت ہے اور بہترین توشہ اور زادِ راہ تقویٰ ہے، خواہ دل کی یہ دولت یعنی اطمینان قلب، شرح صدر، حکم الٰہی کے آگے سر جھکا دینا اور اس پر خوش بلکہ مست وبیخود رہنا، مادہ پرستوں کو نظر نہ آئے، اور خواہ تقویٰ کے راستہ میں ظاہراً نفس کشی، صبر اور دشواری وقربانی نظر آتی ہو۔

☆☆☆☆☆

اخوت اسلامی

مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو محبت کی ایک لڑی میں پرودیا ہے، اپنے بیگانے ہوگئے اور بیگانے سگے بھائیوں سے بڑھ کر قرار پائے، خونی رشتہ کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن اسلامی رشتہ خونی رشتہ سے بڑھ کر ہے، خونی رشتہ طبعی اور فطری ہے، اس میں شعور وتعقل کو دخل نہیں ہوتا لیکن ایمانی رشتہ عقل وآگہی کی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے، عقل کے راستہ سے یہ محبت دل میں داخل ہوجاتی ہے پھر کوئی بڑی سے بڑی طاقت اس کو جدا نہیں کرسکتی، خونی رشتے ٹوٹتے ہوئے دیکھے گئے ہیں لیکن ایمان کا رشتہ جب استوار ہوجاتا ہے تو شاید ہی اس کو کسی نے ٹوٹتے ہوئے دیکھا ہو، اس ایمانی رشتہ کی بنیاد ایمان ہے، ایمان کی پختگی کے ساتھ اس کی پختگی قائم ہے، ایمان کی کمزوری سے یہ رشتہ بھی کمزور پڑجاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے لوگ اس رشتہ سے واقف نہ تھے، ان کے تعلقات قبائل کی بنیادوں پر قائم تھے، ان کے یہ تعلقات اور آپس کے رشتے اندھے اصولوں کے ساتھ وابستہ تھے، انکا نعرہ تھا "انصر اخاك ظالماً او مظلوماً" ہر صورت میں بھائی کی مدد کرنی ہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اسلامی اخوت کا جو رشتہ عطا فرمایا اس کو پاکیزہ اصولوں کے ساتھ جوڑا اور اس کی روشنی میں ان اولین مسلمانوں کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ ان تعلیمات میں ڈھل گئے، اسلامی اخلاق وتعلیمات اور اجتماعی زندگی کے اصول ان کے مزاج میں داخل ہوگئے، اسی لیے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا "انصر اخاك ظالماً او مظلوماً" اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم تو انہوں نے فوراً کہا "ننصره مظلوما" ہم مظلوم کی مدد کرتے ہیں، "فكيف ننصر ظالما" ظالم کی مدد کیسے کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمنعه من الظلم" اس کو ظلم نہ کرنے دو، یہی اس کی مدد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ان کے مزاج بدل گئے، کل تک جن کی زبانیں اسی نعرہ کو دہراتے دہراتے نہ تھکتیں تھیں، آج جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے یہ جملہ دہرایا تو وہ چونک گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رخ پھیر دیا اور اس کی حقیقت بیان فرمادی کہ تم جس کو مدد سمجھتے ہو وہ دشمنی ہے، مدد تو یہ ہے کہ ظالم کو ظلم سے روک دیا جائے تاکہ وہ اس کے اخروی اور حقیقی نقصانات سے محفوظ رہے۔

اسی پاکیزہ اسلامی بھائی چارہ کا اثر تھا کہ اسلام پھیلتا جاتا تھا اور اسلامی برادری بڑھتی جاتی تھی، اس میں رنگ ونسل کی کوئی تمیز نہ تھی، کوئی حبش کا ہے تو کوئی فارس کا، کوئی خالص عربی النسل ہے تو کوئی عجم کے خاندان کا فرد ہے، سب ایک دسترخوان کے شریک ہیں، سب اپنے اپنے ظرف کے اعتبار سے لے رہے ہیں، کسی کو کسی سے کوئی عار ہے نہ بیر، یہ اسی اسلامی اخوت کا نمونہ تھا کہ عرب کے سردار فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک حبشی نژاد سیاہ فام کے بارے میں "سیدنا" ہمارے آقا کے الفاظ استعمال کررہے ہیں، حضرت بلال مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رتبہ کہاں سے ملا؟ یہ اسی اسلامی اخوت کا نتیجہ تھا۔

حضرات صحابہ کا مزاج بن چکا تھا، وہ اس اسلامی اخوت کے حامل وترجمان تھے، پھر ہجرت مدینہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات کی جو فضا قائم فرمائی، مہاجرین وانصار کے درمیان اس کے نتیجہ میں جو محبت قائم ہوئی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی، ایک ایک مہاجر کو انصاری کا بھائی قرار دیا گیا، حضرات انصار نے اس کا حق ادا کردیا، اپنا کل مال دو حصوں میں تقسیم کردیا اور مہاجرین کو اس میں پوری طرح شریک کرنا چاہا، اس کی انتہائی مثال یہ ہے کہ ایک انصاری نے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں آپ جس کو پسند کرنا چاہیں قبول کرلیں میں طلاق دے دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کرلیں، حضرات مہاجرین کہاں اس پر راضی ہوتے، انہوں نے کہا کہ بازار کا پتہ بتادیجئے، یہ مال آپ کو مبارک ہو، اسی اسلامی اخوت کا نتیجہ تھا کہ اوس وخزرج کے قبائل جن کی دشمنی سالہا سال سے چلی آرہی تھی، جنگ بعاث جن میں چالیس سال تک جاری رہ چکی تھی اسلام نے اس طرح ان کو جوڑدیا کہ آج دونوں کی الگ الگ پہچان مشکل ہے، دنیا دونوں قبیلوں کو انصار کے نام سے جانتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿واذكروا نعمة الله عليك اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا﴾ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم (اس میں ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس (اللہ) نے تمہارے دلوں کو جوڑدیا، سو تم اس کی نعمت سے (اس میں) بھائی بھائی ہوگئے۔

سورہ الحجرات کی دسویں آیت میں اسی بات کو تازہ کیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے: ﴿انما المومنون اخوة﴾ ایمان والے تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

آیت کے اس حصہ میں کئی باتیں قابل غور ہیں، بھائی کا بھائی سے کیا رشتہ ہوتا ہے، کیسی محبت ہوتی ہے، آج خالص مادی دور میں شاید اس کو سمجھنا مشکل ہو، یورپ کے خالص مادی اور میکانکی نظام زندگی نے ساری انسانی قدریں خاک میں ملادیں، اخبار میں اکثر یہ خبریں بھی آنے لگی ہیں کہ ماں نے بیٹے کو قتل کیا، نوزائیدہ کو اس کی ماں کوڑے دان میں ڈال گئی، بعثت نبوی سے پہلے عربوں میں ہزار جاہلیت کے باوجود یہ درندگی نہ تھی، وہ بھائی کے رشتۂ محبت سے آشنا تھے، اسی رشتہ کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے، ایک بھائی کا بھائی سے جو تعلق ہوتا ہے وہی تعلق ایک ایمان والے کا دوسرے ایمان والے سے ہوتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ تشبیہ میں کوئی واسطہ اختیار نہیں کیا گیا، یہ نہیں کہا گیا کہ ایمان والے بھائیوں کی طرح ہیں، براہ راست کہا جارہا ہے کہ وہ تو بھائی بھائی ہیں، تیسری ایک بات اور قابل توجہ ہے، وہ یہ ہے کہ بات کہنے سے پہلے "انما" کا لفظ استعمال ہوا ہے، عربی گرامر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر لفظ "انما" کے ساتھ کسی چیز کی خبر دی جارہی ہو تو وہ خبر بالکل نئی نہیں ہوتی، لوگ اس کے بارے میں پہلے سے واقف ہوتے ہیں گویا اس میں یہ اشارہ ہے کہ تم اخوت ایمانی سے واقف ہو تو تمہیں اس کا خیال رکھنا چاہئے، آگے بطور خاص اس چیز کا ذکر کیا جارہا ہے جس کی تمہید کے طور پر انما المومنون اخوة کہا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿فاصلحوا بين اخويكم﴾ اپنے بھائیوں میں صلح کرادو۔

یہ پوری آیت درحقیقت گذشتہ آیت کا تتمہ ہے جس میں یہ حکم تھا کہ اگر دو مسلمان گروہوں میں تصادم ہوجائے تو تمہیں صلح صفائی کرادینی چاہئے یہاں اس کی تحریض کی جارہی ہے، اور اس کی وجہ بھی بیان ہورہی ہے کہ اگر دو بھائیوں میں جھگڑا ہوجائے تو بقیہ بھائیوں کو رشتۂ محبت کی بنا پر اس کی فکر ہوتی ہے کہ دونوں کو ملادیا جائے تاکہ سب کو اس مصیبت سے نجات ملے اور زندگی کا مزہ آئے، اسی طرح ایمانی رشتۂ اخوت میں بھی جو کسی طرح بھی خونی رشتہ سے کم نہیں بلکہ بعض وجوہات کی بنا پر اس سے بڑھ کر ہے، یہی فکر ہونی چاہئے اگر دو ایمان والوں میں یا دو مسلمان گروہوں میں نزاع ہو تو بقیہ ایمان والے بھائیوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ صلح صفائی کی فکر کریں تاکہ بہتر ماحول پیدا ہو، آپس کے تعلقات استوار رہیں اور جینے کا مزہ آئے، آیت کے اخیر میں فرمایا:

﴿واتقوا الله لعلكم ترحمون﴾ "اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحمتیں نازل ہوں" اس میں خطاب صرف صلح کرانے والوں کو ہی نہیں ہے بلکہ دونوں جھگڑنے والے فریق بھی اس میں شامل ہیں، اور تمام مسلمانوں کے لیے ایک عمومی حکم بھی ہے، تقوی کی زندگی اختیار کرنے سے مومن اللہ کی رحمت خاص کا مستحق بنتا ہے، عام طور پر جھگڑے دل کے میل سے پیدا ہوتے ہیں، کینہ کپٹ، حسد، غیبت، چغلی، حق تلفیاں جھگڑوں کی بنیاد بنتی ہیں، اگر تقوی مزاج میں داخل ہوگا تو دلوں میں صفائی پیدا ہوگی، قلبی امراض سے شفا ملے گی، دل آئینہ کی طرح شفاف ہوجائے گا، اپنی برائیاں نظر آنے لگیں گی، اب دوسروں کی آنکھ کے تنکوں بلکہ شہتیر کے بجائے اپنی آنکھ کے تنکے نظر آئیں گے، دوسروں کے لیے چشم پوشی کا مزاج بنے گا، اور اس کے نتیجہ میں بہتر سے بہتر ماحول پیدا ہوگا، دونوں فریقوں کو بھی صلح کے لیے تقوی اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور ثالثی کرنے والے اور صلح صفائی کرانے والے کو بھی تقویٰ کی ضرورت ہے تاکہ وہ جنبہ داری نہ برتے، فیصلہ کرتے وقت اللہ کا لحاظ اور اس کا ڈر ہو۔

مجموعی اعتبار سے اس تقویٰ کے نتیجہ میں جب میل ملاپ کا ماحول بنے گا، ایک دوسرے کا خیال ہوگا تو یہ چیز یوں بھی رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے والی ہے۔

عالمی اخوت اسلامی کی یہ دعوت ہی نہیں بلکہ حقیقت ایمان کا یہ نتیجہ ہے جس کو آیت شریفہ میں بیان کردیا گیا ہے، اور یہ نتیجہ جب ہی ظاہر ہوگا جب ایمان اور ایمان کے تقاضوں کو سمجھ کر ان پر عمل کا جذبہ ہوگا، جب مومن اپنے مومن بھائی کے لیے وہی پسند کرے گا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، جب وہ اپنے مومن بھائی کو نہ رسوا کرے گا نہ اس کو بے یار ومددگار چھوڑے گا، بلکہ اگر ضرورت پڑے گی تو اس کے لیے سپر بن جائے گا، یہ ہے وہ ایمانی اخوت کا مضبوط تر رشتہ جس کے نتیجہ میں ایک صحابی نے جان دے دی لیکن اپنے پیاسے ایمانی بھائی سے پہلے پانی پینا گوارہ نہ کیا۔

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شعبہ دارالقضاء ودارالافتاء کے رکن مولوی محمد عرفان ندوی کی والدہ حسن بانو کا مورخہ ۳۰ر جنوری ۲۰۱۰ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نیک اور شریف خاتون تھیں، تدفین آبائی وطن میں عمل میں آئی۔

جملہ قارئین حضرات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سائل ومحروم کا حق

ادا کرنے کی خیروبرکت اور نہ ادا کرنے کی نحوست وبے برکتی

خالد فیصل ندوی

قال اللہ تعالیٰ: "وَالَّذِيْنَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ". (المعارج/۲۴-۲۵)

اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی تعریف اس طرح فرماتا ہے "اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک معین حق (حصہ) ہوتا ہے"۔

سائل ومحروم، فقیر ومسکین اور معذور و محتاج لوگ، انسانی معاشرہ کے ہی فرد ہیں، مشیت الٰہی اور نظام تکوینی کی بناء پر یہ لوگ دنیا میں ان چیزوں سے دوچار ہوتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ "آپ کہہ دیجئے کہ ہم تک صرف وہی پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے ہماری قسمت میں لکھ دیا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہمارے کارساز حقیقی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر تمام مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہئے"۔(توبہ/۵۱) نیز انسانی معاشرہ میں کہیں فقر وفاقہ اور کہیں مالداری وامیری کا سبب بھی اسلام نے منشاء ربانی ہی کو قرار دیا ہے، چنانچہ فرمان الٰہی ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے، روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے، تنگ کردیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے (پورے طور پر) باخبر ہے"۔(عنکبوت/۶۲)

اور یہ حقیقت بھی قابل ذکر ہے کہ اسلامی نظریہ کے مطابق رزق کی وسعت اور رزق کی تنگی دونوں حالتیں ابتلاء وآزمائش کے لیے ہیں۔(سورہ فجر/۱۵-۱۶) اس لیے دونوں طبقہ کے لیے لازم ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ اور ہر آن ولحہ اپنے اپنے قول وعمل سے صبر وشکر کا مظاہرہ کریں اور معمولی سے معمولی ناشکری وبے صبری کے اظہار سے اپنے آپ کو پورے طور پر بچائیں اور ہر طرح محفوظ رکھیں، خاص طور سے مالدار طبقہ کو کمزور طبقہ خصوصاً فقیر و مسکین کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کمزور طبقہ کے جو حقوق متعین کئے ہیں، ان کی ادائیگی کی سعی کرنی چاہئے، کیوں کہ ان کے ادائے حقوق میں دین ودنیا کی کامیابی وکامرانی ہے، حقیقی عزت وسعادت ہے، اور جہنم سے نجات وچھٹکارا ہے چنانچہ قرآن مجید نے سورہ فجر میں انسان کو دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی سے بچنے اور دونوں جگہ حقیقی کامیابی وسرخروئی حاصل کرنے کا نسخۂ کیمیا یہ بتایا ہے کہ "ہرگز نہیں بلکہ تم یتیم کی قدر نہیں کرتے اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے پر باہم ایک دوسرے کو ابھارتے ہو"۔(فجر/۱۷-۱۸)

اسی طرح ایک حدیث شریف میں ہے کہ "کھجور کا آدھا حصہ ہی (کسی محتاج کو صدقہ) دے کر جہنم کی آگ سے نجات حاصل کرو"۔(نسائی/۲۵۵۲)

محتاجوں کی تفصیل میں سائل ومحروم (ذاریات/۱۹) فقیر ومسکین (توبہ/۶۰) اندھا ولنگڑا (سورہ فتح/۱۷) اور گونگا وبہرہ (نحل/۷۶، ہود/۲۴) سرفہرست ہیں، بہرکیف سورہ معارج کی مذکورہ آیت کریمہ میں مذکور "سائل ومحروم" کی تشریح میں مختلف اقوال منقول ہیں، سائل سے وہ غریب محتاج مراد ہے جو لوگوں کے سامنے اپنی ضرورت ظاہر کردیتا ہے اور بھیک مانگا کرتا ہے، چنانچہ حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ "سائل سے مراد وہ محتاج ہے جو ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے"۔(تیسیر الرحمٰن ۲/۱۴۶۹) نیز علامہ زمخشریؒ نے بھی سائل سے وہ محتاج مراد لیا ہے جو لوگوں کے سامنے اپنی حاجت بیان کردیتا ہے اور عطیہ مانگا کرتا ہے (کشاف ۴/۱۶) لیکن حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس لفظ کے عموم کو سامنے رکھ کر "سائل" کی کیا خوب تشریح کی ہے، فرماتے ہیں کہ "عام شہرت کی بناء پر سائل کے معنی صرف "بھیک منگے" کے لینا ٹھیک نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ ضرورت مند مراد ہوسکتا ہے جو تم سے کسی مالی مدد کا خواستگار ہے"۔(سیرت النبی ۶/۱۴۶) سائل کی مزید وضاحت کرتے ہوئے علامہ رقم طراز ہیں کہ "لفظ کا عموم وسعت کو چاہتا ہے یعنی ہر ضرورتمند جو تم سے کسی قسم کی مدد کا خواستگار ہو خواہ وہ جسمانی ہو، مالی ہو، علمی ہو، یہاں تک کہ کوئی لنگڑا تم سے صرف تمہارے کندھے کا سہارا چاہتا ہے تو وہ بھی "سائل" کے تحت میں ہے"۔(حوالہ سابق)

اسی طرح "محروم" کی تشریح میں بھی بہت سے اقوال ہیں "محروم" کے عموم میں وہ شخص بھی شامل ہے، جو رزق سے ہی محروم ہو، وہ بھی داخل ہے جو مال غنیمت سے محروم ہو، وہ بھی جو اپنی صفت "تعفف" کی وجہ سے مال دار لوگوں کی عطا وبخشش اور ان کے صدقات وخیرات سے محروم رہ جاتا ہے، اور وہ مصیبت زدہ انسان بھی شامل ہے جو کسی آفت ارضی وسماوی کی زد میں آکر اپنی پونجی

سے محروم ہوگیا ہو، حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے آخری مفہوم کو ہی راجح قرار دیا ہے کہ "محروم کی تشریح میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد وہ مصیبت زدہ ہے جس کی کمائی یا کھیتی پر کوئی آسمانی افتاد پڑ گئی ہو اور اب وہ دوسروں کی مدد کا محتاج ہوگیا ہو، اس معنی کی تائید اہل لغت اور بعض اہل تفسیر کے بیان اور قرآن پاک سے ہوتی ہے"۔ (سیرت النبی ۶/۱۴۶)

ابتداء ہی سے یہ کمزور طبقہ (سائل ومحروم، فقیر ومسکین اور محتاج ومعذور) فطرت سلیم لوگوں کے نزدیک ہمیشہ سے ہر جگہ اور ہر دور میں قابل رحم، مستحق تعاون اور لائق خیر خواہی رہا ہے لیکن دین فطرت اسلام نے تو اس طبقہ کے لیے زریں تعلیمات اور روشن ہدایات اپنے ماننے والوں کو دی ہے چنانچہ اس کمزور طبقہ کا ذکر قرآن وحدیث میں نہایت اہتمام وتاکید کے ساتھ موجود ہے، چنانچہ قرآن کی متعدد سورتوں (بقرہ، نساء، انفال، توبہ، بنی اسرائیل، کہف، حج، نور، روم، ذاریات، حشر، حاقہ، معارج، مدثر، بلد، اور ماعون) میں مختلف اسلوب وانداز میں ان کے مختلف حقوق بیان ہوئے ہیں اور احادیث کی مشہور کتابوں "صحاح ستہ" میں ان کے حقوق کو مختلف ابواب میں اہم عنوانوں کے ساتھ واضح کیا گیا ہے، دین فطرت اسلام نے اس کمزور طبقہ کے حقوق کا صرف درس نہیں دیا ہے بلکہ ان کے حقوق کو قانونی درجہ بھی عطا کیا ہے، اور ان کی کفالت ورعایت کا مضبوط نظام قائم فرمایا ہے اور ان کی حاجت براری کے لیے رشتہ داروں، مالداروں اور ملک کے سربراہوں کو مکلف بنایا ہے، اور اس سلسلہ میں ان سب کی ذمہ داریوں کا الگ الگ تعین بھی فرمایا ہے، ان کے حقوق میں کچھ اہم حقوق درج ذیل ہیں۔

اس کمزور طبقہ کا اہم ترین حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، اچھا رویہ اختیار کیا جائے، چنانچہ قرآن مجید نے (سورہ بقرہ/۸۳، اور سورہ نساء/۳۶ میں) مساکین وفقراء کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ہر طرح ان کی دلداری کی جائے، ان کی دل شکنی سے بچا جائے، ان کی خبر گیری کی جائے، ان سے بات چیت میں شرم وبے عزتی کا خیال نہ کیا جائے بلکہ ان سے محبت کی جائے اور ان کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ انعام/۵۲، اور سورہ کہف/۲۸ میں) آپ کو خطاب کرکے امت مسلمہ کو یہ جاوداں پیغام دیا ہے کہ مسکین وفقیر مومنین کی توقیر وتعظیم اور عزت واحترام کیا جائے، دولت مندوں اور سرداروں کے مقابلہ میں ان کو حقیر وکم تر نہ سمجھا جائے، ان کی صحبت وتعلق سے گریز نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ان کے ساتھ ظلم وزیادتی ہے، کیوں کہ انسان خواہ امیر ہو یا غریب دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کو دونوں ہی عزیز ومحبوب ہیں، دنیا میں امیری وغریبی تکوینی نظام کی بناء پر ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنے تمام بندوں سے محبت اور تعلق ہے، چنانچہ سورہ نساء/۱۳۵ میں شہادت واقرار اور عدل وانصاف کے سیاق میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "وہ شخص خواہ امیر ہو فقیر ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کو محبت وتعلق ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات فقراء صحابہ کرامؓ کی بڑی تکریم فرماتے، ان کی بڑی رعایت کرتے، اور ان کی دلداری کا بڑا خیال فرماتے، دل شکنی کے معمولی سے معمولی واقعہ پر دوسروں کو تنبیہ فرماتے، ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرات فقراء صحابہ کرامؓ کے ایک جملہ پر ان کو برادرانہ انداز میں ٹوک دیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکر! شاید تم نے ان لوگوں کو ناراض کردیا"۔(مسلم) اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ نے کسی غریب صحابیؓ کو ایک سخت جملہ کہہ دیا تو آپؐ نے ان کو بہت ہی محبت آمیز تنبیہ فرمائی، اسی طرح آپؐ ان فقراء کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، ان سے گفتگو فرماتے، ان سے محبت فرماتے اور خود کو بھی ان ہی مساکین میں شمار فرماتے چنانچہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ لوگو! مساکین سے محبت رکھو کیوں کہ میں نے آپ کو اس طرح دعاء مانگتے ہوئے سنا ہے کہ "اے اللہ! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین کی حالت میں موت دے اور میدان حشر میں مساکین کے زمرہ میں اٹھا"۔(ابن ماجہ ومستدرک حاکم) اسی طرح دوسرے حضرات صحابہ کرامؓ کو ان مساکین کی صحبت وتعلق پر آپ آمادہ فرماتے اور جو صحابہ کرامؓ ان فقراء ومساکین سے محبت رکھتے، ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، ان سے بات چیت کرتے تو آپؐ ان کی تعریف وتحسین فرماتے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ "آپؐ نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی اس خوبی کی بڑی تعریف فرمائی اور پیار میں ان کو "ابوالمساکین" کی کنیت سے پکارتے تھے"۔(ابن ماجہ)

اسی طرح آپ فقراء صحابہ کرامؓ کی بڑی توقیر فرماتے، اور بہت زیادہ تسلی دیتے اور بلند مقام ومرتبہ پر فائز فرماتے چنانچہ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اسلام کے مؤذن اول کے منصب جلیل سے سرفراز فرمایا، حضرت عمار بن یاسرؓ کے پورے خاندان کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی اور نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو اسلام کے مؤذن ثانی کا رتبہ بلند عطا فرمایا بلکہ ایک مرتبہ تو مدینہ سے اپنی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ کا گورنر اور مسجد نبوی کا امام بھی نامزد فرمایا۔(الرحیق المختوم)

اس طبقہ کا دوسرا قابل ذکر حق "امداد واعانت" ہے، حقیقت یہ ہے کہ دین فطرت اسلام نے مال ومتاع، مشورہ ورہنمائی اور شفاعت وسفارش کے ذریعہ فقراء ومساکین کی مدد واعانت کرنے کا حکم قرآن وحدیث میں بہت ہی تاکید واہتمام کے ساتھ دیا ہے، چنانچہ قرآن مجید کی متعدد سورتوں (خاص طور سے بقرہ/۲۱۵، نساء/۸، انفال/۴۱، بنی اسرائیل/۲۶، توبہ/۶۰، روم/۳۸، نور/۲۲، معارج/۲۵، ذاریات/۱۹، اور حشر/۷) میں اس طبقہ کا مالی حق مختلف اسلوب وانداز میں واضح کیا گیا ہے، اوران آیات کریمہ میں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ ان لوگوں کے لیے زکوۃ، صدقات (واجبہ ونافلہ) اور مال غنیمت ومال فئے میں متعین حصہ ہے، اس متعین حصہ کی بڑی اچھی وضاحت قاضی سید سلیمان منصور پوریؒ نے کی ہے کہ "اسلام فقراء ومساکین کا حصہ مال زکوۃ میں واجب ٹھہراتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ اس صنف کی کل آمدنی کا آٹھواں حصہ ان کو ضرور مل جانا چاہئے، مال غنیمت کے خمس میں سے مساکین ویتامیٰ کا پانچواں حصہ لازمی ہے، آمدنی فئے میں بھی کل کا ایک خمس مساکین ویتامیٰ کا حصہ ہے"۔(رحمۃ للعالمین ۲/۳۴۳)

زکوۃ، صدقات اور خیرات کے آٹھ مستحق لوگوں میں فقراء ومساکین سرفہرست ہیں چنانچہ فرمان الٰہی ہے کہ "صدقات فقراء، مساکین ہی کے لیے ہیں"۔(توبہ/۶۰) نیز قرآن مجید نے سورہ بقرہ/۱۷۷ میں نہایت بلیغ ومؤثر پیرایہ بیان میں ان کے ساتھ مالی تعاون (انفاق) کو ایمان کے بعد سب سے بڑی نیکی قرار دیا ہے، اسی طرح احادیث میں بھی ان کا مالی حق بہت تاکید وترغیب کے ساتھ بیان ہوا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ "تم میں سے کوئی کسی فقیر کو واپس نہ کرے، اگرچہ اس کے دونوں ہاتھ میں کنگن دیکھے"۔(مجمع الزوائد) ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے حضرت ام مجیدؓ سے فرمایا کہ "اگر گھر میں جلے کھر کے سوا کچھ نہ پاؤ تو فقیر کو وہی دے دو"۔ (ابوداؤد) ایک اور حدیث میں آپؐ نے نہایت مؤثر انداز میں اپنی پھوپھی حضرت صفیہؓ، اپنی محبوب صاجزادی حضرت فاطمہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کو الگ الگ متوجہ ومخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ "اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ (فقیر کو صدقہ دے کر) خواہ کھجور کی ایک تھٹھلی ہی سہی"۔(بیہقی) اگر کسی بندہ مومن کے پاس فقیر ومسکین کو دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ فقیر کو جھڑکے نہیں، (الضحیٰ/۱۰) بلکہ کتاب وسنت کے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے "معاف کرو" یا "بارك الله فيك" (اللہ تعالیٰ برکت دے) کا جملہ ماثور کہہ دے، چنانچہ قرآن مجید میں یہ حکم آیا ہے کہ "(فقیر کے اصرار پر) نرمی سے جواب دینا اور (اس کی بدخوئی پر) عفو ودرگزر کرنا، زیادہ بہتر ہے"۔(سورہ بقرہ/۲۶۳) اور ایسے موقع کے لیے حدیث میں حکم آیا ہے کہ "پاکیزہ کلمہ بھی صدقہ ہے"۔(مسلم) نیز ایک حدیث میں ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے ایک سائل کو ایسے موقع پر "بارك الله فيك" (اللہ تجھے بھی اور ہمیں بھی اپنے فضل وکرم سے نوازے) کہہ کر جواب دیا"۔(دلائل النبوۃ) نیز آپؐ نے ایسے موقع پر ایک سائل کو قرض لے کر کام چلانے اور بعد میں قرض بذات خود ادا کرنے کا وعدہ فرمایا اور دوسری مرتبہ ایسے موقع پر آپؐ نے ایک سائل کو کسب معاش (کمانے) کا ایک آسان ذریعہ بتایا، اس کی معمولی چیز کو بولی لگا کر کمانے کی صورت پیدا کی، اپنے دست مبارک سے کلہاڑی تیار کی اور پھر فرمایا کہ "جاؤ، لکڑی کاٹو، اور بیچو، پندرہ دن سے پہلے نظر مت آنا"۔

(جاری)

عمدہ کاغذ بہترین طباعت خوبصورت سرورق

(۱) مختارات (اوّل)

قیمت:- Rs. 60/-

(۲) مختارات (دوم)

قیمت:- Rs. 60/-

(۳) منثورات

قیمت:- Rs. 60/-

(۴) الادب العربي بين عرض ونقد

قیمت:- Rs. 60/-

ناشر

مجلس صحافت ونشریات

ٹیگور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

حصول علم میں فنائیت کا ایک مثالی نمونہ

محمد قیصر حسین ندوی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے روز ازل ہی سے علم کو صبر وشکر، جدو جہد، محنت وجفاکشی، عزم وحوصلہ، بلند ہمتی، دنیا سے بے رغبتی، زندگی کی سادگی، معیشت کی تنگی، راتوں کی بیداری، طلب کی بے انتہا خواہش، دعا وانابت الی اللہ، اس کے لیے سفر، اس کے مراجع ومصادر، ائمہ وماہرین فن کی تلاش وجستجو، ان کے لیے تواضع وانکساری، فضل وکمال کا اعتراف اوران کے شکر سے مربوط کردیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء سلف، عبقری اسلامی شخصیات، محدثین عظام اور فقہاء کرام نے ایک ایک حدیث، ایک ایک مسئلہ، ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف کے لیے ہزار ہا ہزار میل کا سفر کیا، مشقتیں جھلیں، پریشانیاں اٹھائیں اور مصیبتوں کا شکار اور معاشی تنگی سے دوچار ہو کر اپنے بدن کے کپڑے تک بیچنے پر مجبور ہوئے راتوں کی نیند کو حرام کیا، حصول علم کے لیے ناقابل یقین حیلے اور تدبیریں اختیار کیں، ان کے علمی اسفار کے ناقابل فہم اور نادر حوادث وواقعات سے اسلامی سیرت وسوانح کی کتابیں بھری پڑی ہیں، ان کتابوں کا ہمیشہ سے تعلیم وتربیت، ہمت وارادہ کی بلندی، عزم وحوصلہ کی پختگی، مقاصد کی رفعت، نیتوں میں خلوص، خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے، اخلاق وسلوک کو سنوارنے، تعلیمی میدان کی رکاوٹوں اور پریشانیوں پر قابو پانے، قناعت وکفایت شعاری پر آمادہ کرنے، طلباء میں جوش وولولہ، حماس ونشاط کی نئی روح پھونکنے میں مؤثر ونمایاں رول رہا ہے اسی وجہ سے حضرت مولانا علی میاںؒ اپنی خاص علمی مجلسوں میں فرمایا کرتے تھے کہ ہر طالب علم اور استاذ کو، علماء سلف ونابینا علماء کا سال میں دوبار (اختتام وابتداء میں) پڑھنا نہایت ضروری ہے۔

انہیں نابغۂ روزگار شخصیات میں ایک مثالی شخصیت امام حافظ شیخ الاسلام ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد اندلسی کی ہے جو ۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۶ھ میں دار فنا سے دار بقاء رحلت فرما گئے۔

ڈاکٹر محمد فواد سزکین اپنی کتاب تاریخ التراث العربی ص/۲۳۸ پر رقم طراز ہیں کہ بقی بن مخلد قرطبی نے طلب علم میں مصر، شام، حجاز، بغداد کا دوبار سفر کیا، پہلا مرحلہ چودہ سال اور دوسرا بیس سال پر مشتمل ہے ان کا سارا سفر اندلس سے پیدل ہی ہوا جیسا کہ خود انہوں نے صراحت کی ہے کہ میں نے ہر عالم سے پیدل سفر کر کے علم حاصل کیا، ان کے شاگرد ابوعبدالرحمٰن بن محمد کہتے ہیں کہ بقی لمبے قد کے تھے پیدل چلنے پر قوی تھے ان کو کبھی کسی سواری پر سوار نہیں دیکھا گیا، منکسر المزاج تھے جنازہ میں پابندی سے حاضر ہوتے (تذکرہ الحفاظ ۲/۶۳۰ والسیر ۱۳/۲۹۱)

علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ حافظ امام شیخ الاسلام بقی بن مخلد اندلسی نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تم لوگ جس طرح علم حاصل کر رہے ہو اس طرح علم حاصل نہیں کیا جاتا کہ جب کوئی کام نہیں ہے تو جلد علم حاصل کرلیں، دوران طالب علمی میرے اوپر کئی کئی دن ایسے گذر جاتے تھے کہ مجھے بند گوبھی کے پھینکے ہوئے پتوں کے علاوہ کچھ کھانے کو نہیں ملتا تھا، اور میں کاغذ خریدنے کے لیے اپنے کپڑے تک بیچنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

انہوں نے بیس سال کی عمر میں پیدل بغداد کا سفر کیا، ان کا مقصد صرف امام احمد بن حنبل سے ملاقات اور علم حاصل کرنا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ جب میں بغداد سے قریب ہوا تو مجھے امام احمد بن حنبل کا مسئلہ خلق قرآن کی آزمائش وابتداء میں مبتلا ہونے کی خبر ملی اور معلوم ہوا کہ ان پر قدغن لگی ہوئی ہے نہ ان سے مل سکتے ہیں اور نہ حدیث سن سکتے ہیں اس خبر سے مجھے شدید صدمہ پہنچا، میں بغداد ہی میں ٹھہر گیا، اور جامع مسجد کے حلقہ درس میں بیٹھنے اور علماء کا علمی مذاکرہ سننے کی نیت سے حاضر ہوا، ایک علمی حلقہ میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ ایک شخص لوگوں کے احوال بیان کر رہا ہے کسی کو ضعیف بتا رہا ہے اور کسی کو ثقہ، میں نے اپنے قریب بیٹھے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ یحیی بن معین ہیں، میں نے ان سے کہا کہ میں ایک غریب الوطن ہوں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں انہوں نے اجازت دیدی تو میں نے بعض ان محدثین کے بارے میں پوچھا جن سے ہماری ملاقات ہوئی تھی، انہوں نے بعض کی جرح کی اور بعض کی تعدیل، اخیر میں میں نے ہشام بن عمار کے بارے میں پوچھا (میں نے ان سے بہت زیادہ حدیثیں

روایات کی ہیں) تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوالولید ہشام بن عمار نمازی تھے دمشق کے رہنے والے ثقہ بلکہ فوق الثقہ تھے اگر ان میں تکبر اور گھمنڈ بھی ہوتا تو ان کے خیر اور فضل وکمال کی وجہ سے ان کو نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا پھر حلقہ والوں نے چیخنا شروع کردیا کہ اب آپ سوال مت کیجئے دوسروں کو بھی سوال کرنا ہے میں نے کھڑے کھڑے ان سے کہا کہ صرف ایک آدمی یعنی احمد بن حنبل کے احوال بیان فرما دیجئے یہ سن کر حضرت یحییٰ بن معین نے تعجب خیز انداز میں مجھے گھورتے ہوئے کہا کہ مجھ جیسا امام احمد بن حنبل کے احوال کیا بیان کرے گا؟ وہ مسلمانوں کے امام، ان میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ فضل وکمال والے ہیں۔

پھر میں امام احمد بن حنبل کے گھر کا پتہ پوچھتا ہوا وہاں سے نکلا اور ان کے دروازہ کو کھٹکھٹایا تو انہوں نے دروازہ کھولا، میں نے عرض کیا حضرت میں ایک غریب الوطن اجنبی ہوں اس شہر میں پہلی بار حاضر ہوا ہوں، میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طالب اور سنت نبوی کا جامع ہوں میں نے صرف آپ کا نیاز حاصل کرنے کے لیے سفر کیا ہے، انہوں نے فرمایا اندر آجاؤ خیال رکھنا کہ تم پر کسی کی نگاہ نہ پڑنے پائے پھر انہوں نے پوچھا کہ کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا مغرب اقصیٰ کا، پھر پوچھا افریقہ؟ میں نے جواب دیا کہ افریقہ سے بھی بہت زیادہ دور اندلس کا رہنے والا ہوں انہوں نے کہا کہ یقیناً تمہارا ملک بہت دور ہے اور تم جیسوں کے حصول مقصود ومطلوب پر اچھی طرح مدد کرنا میری ترجیحات اور مرغوبات میں سے ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ میں اس وقت ابتلاء وآزمائش کے دور سے گذر رہا ہوں، شاید اس کی اطلاع تمہیں بھی ملی ہوگی، میں نے کہا کیوں نہیں؟ مجھے اس حال میں اطلاع ملی کہ میں آپ کے شہر کے قریب پہنچ چکا تھا، پھر میں نے کہا کہ حضرت میں یہاں پہلی بار آیا ہوں اور مجھے یہاں کوئی جانتا پہنچانتا نہیں ہے اگر آپ مجھے اجازت دیدیں تو میں روز آپ کے پاس ایک بھکاری کے بھیس میں آؤنگا اور دروازہ پر بھکاریوں کی طرح آواز لگاؤں گا اور آپ دروازے کے پاس آکر صرف ایک حدیث سنا دیں گے یہ میرے لیے کافی ہوگی، انہوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے میں ایسا ہی کرونگا، لیکن بشرطیکہ تم کسی حلقہ درس میں نظر نہیں آؤگے اور نہ کسی محدث سے ملو گے، میں نے کہا آپ کی شرط مجھے منظور ہے، اس کے بعد میں اپنے ہاتھ میں ایک لاٹھی لیتا تھا سر پر ایک کپڑے کا ٹکڑا لپیٹتا تھا اور اپنی آستین میں کاغذ اور دوات رکھتا تھا اور آواز لگاتا ہوا ان کے دروازہ کے پاس پہنچ جاتا تھا کہ اللہ کے نام پر کچھ دیکر ثواب دارین حاصل کرو حضرت امام صاحب آواز سن کر نکلتے تھے اور مجھے گھر کے اندر داخل فرما کر دروازہ بند کرلیتے تھے اور مجھے کبھی دو کبھی تین اور کبھی اس سے بھی زیادہ حدیثیں سنا دیتے تھے اس طرح میرے پاس تقریباً تین سو (۳۰۰) حدیثیں جمع ہوگئیں، میں اسی طرح حدیثیں جمع کرتا رہا حتیٰ کہ حاکم وقت کا انتقال ہوگیا اور ان کی جگہ ایک ایسا آدمی خلیفہ ہوا جو اہل سنت والجماعۃ کے مسلک پر تھا امام احمد بن حنبلؒ کی آزمائش ختم ہوگئی اور وہ سامنے آئے ان کا مقام ومرتبہ لوگوں کی نگاہ میں بہت بلند ہوگیا لوگ ان کے پاس دور دراز ملکوں سے حدیث سیکھنے آنے لگے۔ وہ عملی میدان میں میرے صبر وتحمل، محنت ولگن، جفاکشی ومشقت سے خوب واقف تھے، میں جب بھی ان کے حلقہ درس میں حاضر ہوتا وہ مجھے جگہ دیتے اپنے سے قریب کرتے اور محدثین سے فرماتے، حقیقت میں یہ طالب علم ہیں! پھر ان کے سامنے میرا قصہ بیان فرماتے، مجھے حدیث دیتے اس کو میرے سامنے پڑھتے اور میں ان کے سامنے پڑھتا۔

ایک بار میں بیمار ہوگیا تو انہوں نے مجھے اپنے حلقہ درس میں نہیں دیکھا، میرے بارے میں پوچھا ان کو بتایا گیا کہ میں بیمار ہوں، فوراً اپنے شاگردوں کے ساتھ میری عیادت کے لیے تشریف لائے میں لیٹا ہوا تھا اور میرے سرہانے میری کتابیں تھیں، میں لوگوں سے کہتے ہوئے سن رہا تھا کہ ان کو بتاؤ کہ مسلمانوں کے امام آپ کی عیادت کے لیے تشریف لا رہے ہیں امام صاحبؒ تشریف لائے اور میرے سرہانے بیٹھ گئے مکان لوگوں سے کھچا کھچ بھر چکا تھا بلکہ جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک جماعت کھڑی تھی ان کے ہاتھوں میں قلم تھے، امام صاحب نے صرف اتنا فرمایا آپ کو اللہ کے ثواب کی بشارت ہو اور صحت وعافیت نصیب ہو، لوگ ان کے کلمات لکھ رہے تھے جب وہ واپس چلے گئے تو مکان والے میرے پاس آئے اور محبت واکرام کا معاملہ کرنے لگے اور بغیر کسی معاوضہ کے میری خدمت میں لگ گئے کوئی بستر لایا، کوئی عمدہ قسم کا کھانا لایا، کوئی لحاف لایا غرض یہ کہ میرے گھر والوں سے بس زیادہ میری تیمار داری و خدمت کرنے لگے، کاش! ہم لوگوں کو بھی ان حضرات کی طرح محنت ومشقت برداشت کرنے، مصیبتوں اور پریشانیوں کو جھیلنے اور راہ علم کی رکاوٹوں اور دشواریوں پر قابو پانے کی توفیق ملتی!!

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: مردوں کے لیے سیاہ سرمہ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر سیاہ سرمہ بطور زینت لگایا جائے تو مردوں کے لیے مکروہ ہے، لیکن اگر زینت مقصود نہ ہو بلکہ علاج پیش نظر ہو تو سیاہ سرمہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، حدیث میں جہاں سرمہ لگانے کی اجازت دی گئی ہے وہاں سیاہ یا سفید کی کوئی تحدید نہیں ہے، البتہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ سیاہ سرمہ بطور زینت مکروہ ہے، اور بغرض علاج مکروہ نہیں۔ ویکرہ الکحل الاسود بالاتفاق اذا قصد بہ الزینۃ وعامتہم علی انہ لایکرہ". (فتاویٰ ہندیہ ۵/۳۵۹)

سوال: اگر عورتیں ہاتھ میں مہندی یا نیل پالش استعمال کریں تو اس سے وضو پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

جواب: عورتوں کے لیے مہندی کا استعمال درست ہے بلکہ احادیث سے اس کا مستحب ہونا واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، البتہ ناخنوں پر جو نیل پالش لگائے جاتے ہیں وہ وضو کا پانی پہونچنے میں رکاوٹ بنتے ہیں، جس کی وجہ سے وضو نہیں ہوتا، اور جب وضو نہ ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی، لہٰذا نماز جن ایام میں فرض ہو ان میں نیل پالش کا استعمال درست نہیں ہے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اولزق باصل ظفرہ طین یابس اورطب لم یجز وان تلطخ یدہ بخمیر او حناء جاز". (فتاویٰ ہندیہ ۱/۴)

سوال: اسپرے کا عطر لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس کا استعمال درست ہے؟

جواب: جس سینٹ میں الکحل استعمال نہ ہو اس کے لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس سینٹ میں الکحل ہو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر انگور، اور کھجور سے الکحل حاصل کیا گیا ہو تو وہ شراب کے حکم میں ہونے کی وجہ سے ناپاک ہے، لہٰذا اس کا لگانا جائز نہیں ہے اور اگر لگالیا اور الکحل لگا ہوا حصہ ہتھیلی کی گہرائی کی مقدار یا اس سے زیادہ ہو تو اس کے ساتھ نماز کی ادائیگی درست نہیں، اگر ان دونوں کے علاوہ کسی اور شئی سے الکحل حاصل کیا گیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ ناپاک نہیں ہے اور اس کا استعمال درست ہے۔ (کتاب الفتاویٰ ۶/۸۲-۸۱)

سوال: آج کل مسلمان عورتیں بھی دوسرے مذہب کی عورتوں کی طرح ماتھے پر چمکی وغیرہ لگا رہی ہیں، کیا اسلام میں اس کی اجازت ہے؟

جواب: ماتھے پر چمکی لگانا ہندو خواتین کا طریقہ ہے اور ان کے یہاں یہ سہاگ کی علامت سمجھی جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من تشبہ بقوم فہو منہم" (ابوداؤد، حدیث نمبر ۴۰۳۱) اس لیے مسلمان عورتوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (کتاب الفتاویٰ ۶/۸۲)

سوال: آج کل عورتوں میں یہ فیشن عام ہوگیا ہے کہ اپنے بال کے ساتھ دوسروں کے بال یا مصنوعی بال لگا کر خواتین جوڑے تیار کرتی ہیں تاکہ ان کے بال بڑے اور خوبصورت محسوس ہوں ایسا کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اسلام نے عورتوں کے لیے زینت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے لیکن اس کے حدود واصول بھی ہیں، ان اصولوں میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری عورتوں کے بال جوڑنے سے منع فرمایا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال لگانے والی اور اپنے بال کے ساتھ بال لگوانے والی دونوں خواتین پر اللہ کی لعنت بھیجی ہے: لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ" (صحیح مسلم، حدیث نمبر ۵۵۶۵). اس روایت کو سامنے رکھتے ہوئے تمام فقہاء فرماتے ہیں ایک انسان کا اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے انسان کا بال جوڑنا حرام ہے، البتہ کسی اور جانور کا بال اپنے جوڑے میں رکھنا، یا مصنوعی نائیلون وغیرہ کے بال جوڑے میں لگانا اور خواتین کا اپنے بالوں کے ساتھ جوڑ دینا جائز ہے، فتاویٰ ہندیہ میں صراحت ہے: ولا بأس للمرأۃ ان تحعل فی قرونہا وذوائبہا شیئاً من الوبر". (ہندیہ ۵/۳۵۸)

سوال: کیا خواتین کان یا ناک چھیدا سکتی ہیں؟ کیا اسلام میں ناک اور کان میں زیور پہننا جائز ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے ناک، کان وغیرہ میں زیورات پہننا اور ان کے لیے ناک اور کان چھیدانا جائز ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ عید کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو صدقہ کرنے کی تلقین فرمائی، چنانچہ عورتوں نے اپنے کان اور گلے کے زیورات صدقہ کئے۔ (صحیح بخاری، باب القرط للنساء)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں وضاحت کی ہے کہ اس روایت سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ عورتوں کا کان چھیدنا جائز ہے تاکہ اس میں بالیاں استعمال کی جائیں، واستدل بہ علی جواز ثقب اذن المرأۃ لتجعل فیہا القرط وغیرہ" (فتح الباری ۱۰/۳۳۴) معجم طبرانی کی روایت ہے جو عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بچیوں میں سات چیزیں سنت ہیں ان میں ساتویں چیز کان کا چھیدنا ہے، اس لیے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (حوالہ سابق)

☆☆☆☆☆

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

اردن میں (۶۰۲) افراد کا قبول اسلام

ایک رپورٹ کے مطابق اردن میں دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والوں کی تعداد میں ہر سال نمایاں اضافہ ہورہا ہے، تفصیلات کے مطابق ۲۰۰۸ء کے اواخر تک یہاں مسلمان ہونے والوں کی جملہ تعداد (۶۰۲) نوٹ کی گئی ہے، جو گذشتہ چار سالوں کے مقابلہ میں کافی حوصلہ افزا ہے، چنانچہ ۲۰۰۴ء میں (۳۹۶) افراد نے، ۲۰۰۵ء میں (۳۵۴) افراد نے، ۲۰۰۶ء میں (۳۸۴) افراد نے، ۲۰۰۷ء میں (۳۸۳) افراد نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا، جب کہ ۲۰۰۸ء میں یہ تعداد بڑھ کر (۶۰۲) تک پہونچ گئی ہے، یوں پچھلے پانچ سال میں جملہ (۲۳۱۹) افراد نے مسلمانوں ہونے کا اعلان کیا ہے جبکہ رپورٹ میں ۲۰۰۹ء کی تفصیلات نہیں دی گئی ہے۔

جرمنی کی مشہور اناؤنسر نعمت اسلام سے سرفراز

جرمنی کا پورے براعظم یورپ میں مشہور چینل MTV کی اناؤنسر اور سنگر (Singer) کریستیان باکر (Kristiane Backer) نے اسلام قبول کرلیا، حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد باکر نے ایک کتاب میں اپنی پوری داستان لکھی ہے جس میں مغربی تہذیب وتمدن، اس کی خرابیاں، انسانیت کے ساتھ اس کا ظالمانہ برتاؤ اور فطرت سلیمہ کے ساتھ اس کی بغاوت کو اجاگر کیا ہے، اور پھر مذہب اسلام کی خصوصیات وامتیازات اور تمام تر تہذیبوں پر اس کے اثرات واحسانات کا شمار کرایا ہے، باکر نے اپنی اس کتاب کا نام MTV سے MEKKA تک رکھا ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد باکر کہتی ہے کہ اس چینل میں میں بڑا گھٹن محسوس کرتی تھی، یہ پورے یورپ میں موسیقی اور انگریزی فلموں اور گانوں کے نشر کرنے کا مقبول چینل ہے اس کے بعد پوری توجہ میں نے اسلام کی تحقیق پر لگادی اور جب مجھے اطمینان ہوگیا تو میں نے اسلام قبول کرلیا، اور اس میں نے اپنی گمشدہ دولت کو حاصل کرلیا۔

باکر کہتی ہے کہ میں مدتوں سے سچی محبت کی تلاش میں تھی اسلام قبول کرنے کے بعد وہ محبت ہمیں مل گئی، اور مجھے معلوم ہوگیا کہ سب سے سچی اور حقیقی محبت اللہ اور رسولؐ کی محبت ہے، اور میں اسلام کے شرائع واحکام سے واقفیت کے بعد مکمل طور پر ایک یورپین مسلم عورت کی طرح اسلام پر کاربند ہوں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد جرمنی کے ذرائع ابلاغ نے مجھ پر مختلف قسم کے الزامات، خیانت، غداری اور اجنبیت کی تہمتیں لگائیں، لیکن میں اسلام پر جمی رہی، میری مسلسل کوششوں کے بعد جلد ہی میرے والدین بھی دین فطرت میں داخل ہوگئے پھر تو میرے لیے یہ دنیا اب ہر طرح سے جنت ہی بن گئی اور اب مجھے کوئی خوف نہیں رہا، میں اسلام قبول کرنے کے بعد بہت ہی مطمئن ہوں، چونکہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد مجھے بہت سارے دینی، مذہبی اور تہذیبی سوالات اور مباحثوں کا جواب دینا پڑا، اور اب مجھے ہر اعتبار سے دین اسلام پر فخر ہے کہ مذہب اسلام نے مجھے ایک باوقار، معزز اور قابل قدر خاتون بنادیا ہے، جب کہ اس سے قبل بحیثیت عورت میری یہ قدر وقیمت نہیں تھی، اور اب میرا پورا خاندان مجھ سے اسلام کے متعلق جانکاری حاصل کررہا ہے، ان شاء اللہ یہ لوگ بھی جلد ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوجائیں گے۔

فلوریڈا کے ایک اسکول سے دین اسلام کی گستاخی کے پاداش میں تین طلبہ کا اخراج

ابھی کچھ دنوں پہلے امریکی ریاست فلوریڈا (Florida) میں ایک اسکول کے اندر زیر تعلیم تین طلبہ کا دین اسلام اور اس کے شعائر کی گستاخی واہانت کے سبب اخراج کردیا گیا، وجہ یہ تھی کہ یہ تینوں ایسی قمیص پہن کر آتے تھے جن کے پشت پر اسلام کے متعلق نازیبا کلمات لکھے ہوئے تھے۔

امریکی نیوز چینل ''فوکس نیوز'' (Fox News) نے ایک رات اس پورے واقعہ کو نشر کیا جس میں یہ دکھایا گیا کہ تینوں طلبہ ایسے کرتے پہنے ہوئے تھے جن پر "الاسلام دین الشیطان" (Islam The Religion of Shaitan) لکھا ہوا تھا، اور چینل نے یہ بتایا کہ یہ ایک کلیسا کی شرارت تھی جس کا مقصد اسلام کو تشدد اور ظلم وزیادتی والا مذہب دکھانا تھا۔

اسکول کے ذمہ داران نے کہا کہ جن شرٹ کو لڑکوں نے پہن رکھا تھا، فلوریڈا ہی کی ایک کمپنی نے اس کو تیار کیا تھا، یہ مقامی لباس کے اصول وقواعد کے خلاف تھا، یہ کمپنی فلوریڈا کے شہر جینز فیل میں واقع ہے، اور اس کا نام ڈوپ ورلڈ او نیشن ہے۔

مذکورہ چینل نے کہا کہ اس واقعہ کے بعد ڈوپ سینٹر کو مختلف تنقیدوں اور ردعمل کا سامنا کرنا پڑرہا ہے، اس کمپنی نے ایسے اشارے بھی اسلام کے تعلق سے شرٹ میں بنا رکھے تھے جن میں یہ پیغام تھا کہ دین اسلام پُرتشدد اور ظالم مذہب ہے، اس کا مقصد اور کوشش امریکی معاشرہ کو گمراہ وبرباد کرنا ہے۔

مصر کے آہنی دیوار کے بعد غزہ کی سرحد پر اسرائیل کی جانب سے خاردار باڑ کی تعمیر

اسرائیلی حکومت نے غزہ کی سرحد پر جدید الیکٹرانک خاردار باڑ کی تعمیر کی منظوری دیدی ہے، یہ باڑ مصری زیر زمین فولادی دیوار کیساتھ براہ راست بنے گی، جس کی تعمیر کا آغاز مصری حکومت نے کردیا ہے، اس باڑ کی تعمیر کا مقصد غزہ کی ناکہ بندی کو مزید مضبوط کرنا ہے، اسرائیلی دیوار کی تعمیر کے اخراجات کا اندازہ ۲۷ کروڑ امریکی ڈالر ہے، باڑ کی تعمیر دو سال میں مکمل ہوگی، ذرائع کے مطابق باڑ کی لمبائی ۲۶۶ میٹر ہے، باڑ پر نگرانی کے لیے جدید آلات نصب کیے جائیں گے۔

واضح رہے کہ مصری حکومت بھی غزہ کی سرحد پر زیر زمین فولادی دیوار تعمیر کررہی ہے، جس کا مقصد غزہ کی سرحد پر موجود سرنگوں سے فلسطینیوں کی نقل وحرکت کو روکنا ہے، غزہ کے شہری گذشتہ چار برس سے جاری اسرائیلی ناکہ بندی کے باعث ان سرنگوں کے ذریعہ اشیائے خورد ونوش اور ضروریات زندگی کی دوسری چیزیں مصر سے لاتے ہیں۔

قرآنی آیات کا رنگ ٹون نامناسب

مصر کے مفتی اعظم علی جمعہ نے کہا ہے کہ قرآنی آیات کا رنگ ٹون کے طور پر استعمال نامناسب اور اللہ کے فرمان کے ساتھ کھیل کرنا ہے، واضح رہے کہ ان دنوں مصر اور دوسرے مسلم ملکوں میں قرآنی آیات کو رنگ ٹون بنانے کا چلن عام ہے، ویب سائٹ اور ٹیلی ویژن چینلوں پر قرآنی آیات ڈاؤن لوڈ کرنے کے اشتہار دیئے جارہے ہیں، علی جمعہ نے کہا کہ قرآن مجید کی آیات کو موبائل فون میں رنگ ٹون کے طور پر استعمال کرنا اس کی اہمیت ووقعت کم کرنے کے مرادف ہے۔

افغانستان میں بدعنوانی کے ذمہ دار مغربی ممالک، یورپین تنظیمیں

اقوام متحدہ میں اینٹی نارکوٹک بورڈ اور انسداد جرائم کے ادارہ کے ڈائریکٹر انتھونیو ماریا کوسٹا نے اپنی تازہ ترین رپورٹ میں کہا ہے کہ افغانستان میں رشوت ستانی اور مالی بدعنوانی کو رواج دینے میں مغربی ملکوں اور مغرب کی غیر سرکاری تنظیموں اور این جی اوز کا سب سے بڑا رول ہے۔

کوسٹا نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ افغانستان کے ۵۴ فیصد عوام کا اس بات پر یقین ہے کہ صرف مغربی ممالک اور مغربی این جی اوز ہی ملک میں بدعنوانیوں کو رواج دینے کے لیے ذمے دار ہیں کیونکہ انہیں صرف اپنی جیبوں کی فکر ہے اور وہ افغانستان میں صرف اسی لیے آئے ہیں کہ اپنی جیبیں بھر سکیں، واضح رہے کہ پہلے بدعنوانی میں اضافہ کا سبب منشیات اور انسانی اسمگلنگ کو بتایا گیا تھا۔

ہیتی زلزلے میں صرف دارالحکومت میں ڈیڑھ لاکھ ہلاکتیں

ہیتی کی ایک وزیر نے کہا ہے کہ صرف دارالحکومت ''پورٹ او پرنس'' میں ہلاک ہونے والوں کی مصدقہ تعداد ڈیڑھ لاکھ سے تجاوز کرگئی ہے، اس کے علاوہ ملک کے دیگر حصوں میں بڑی تعداد میں لوگ لاپتہ ہیں، اور اب بھی ملبے کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔

براعظم امریکہ کے ایک چھوٹے سے ملک ہیتی میں ۱۲ جنوری کو آنے والا زلزلہ حالیہ برسوں میں آنے والی سب سے تباہ کن قدرتی آفات میں سے ایک ہے جب کہ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ سات اعشاریہ صفر کی طاقت کے اس زلزلے میں دو لاکھ سے زائد افراد ہلاک ہوئے جب کہ پندرہ لاکھ افراد گھربار چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

ہیتی کی حکومت کا کہنا ہے کہ تقریباً ۷۵ ہزار لاشوں کو اجتماعی قبروں میں دفنایا جاچکا ہے جب کہ بہت سی لاشیں اب بھی مختلف گلیوں میں پڑی ہیں جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہے، اور تقریباً پانچ لاکھ افراد آسمانی کے نیچے عارضی کیمپوں میں رہنے پر مجبور ہیں۔

ادھر وینزویلا (Venezuela) کے صدر ہیوگو شاویز نے امریکہ پر الزام لگایا ہے کہ وہ ہیتی میں زلزلہ کے متاثرین کی مدد کے بہانے اس ملک پر قبضہ کرنے کی کوشش کررہا ہے، ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں انہوں نے کہا کہ میں نے خبروں میں پڑھا کہ امریکہ ہیتی میں تین ہزار فوج بھیج رہا ہے، جب کہ وہاں ڈاکٹروں، دوا، ایندھن، فیلڈ اسپتال جیسی چیزوں کی ضرورت ہے، امریکی فوجی سڑکوں اور گلیوں میں کہیں بھی نظر نہیں آرہے ہیں نہ تو وہ ملبے سے لاشوں کو نکالنے کا کام کررہے ہیں اور نہ زخمیوں کی مدد کررہے ہیں، آخر ماجرا کیا ہے؟ انہوں نے امریکہ پر الزام عائد کیا کہ اس نے اپنے کسی خطرناک نظام اسلحہ کا تجربہ کیا تھا اور اندازہ کی غلطی یا نشانہ چوک جانے سے یہ تباہی آئی، جبکہ روس اور چین بھی ہیتی میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں اور چین کی تو ایک ٹیم وہاں موجود ہے، کیوبا کے لیڈر فیدل کاسترو نے کہا ہے کہ ہیتی کا زلزلہ بین الاقوامی امداد کے لیے ایک آزمائش ہے۔

☆☆☆☆☆

رسید کتب

م.ح.ح.

نام کتاب: محمود الفتاوی (۳،۲،۱)
(فتاوی مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب)
مرتب: مفتی عبدالقیوم راجکوٹی
ناشر: مکتبۂ انور، متصل جامعۂ ڈابھیل، سورت (گجرات)

فتاوی پر مشتمل یہ تین جلدیں تقریباً ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں قیمت درج نہیں، پہلی جلد میں ۵۵۳ صفحات ہیں، دوسری جلد میں ۴۹۲ صفحات ہیں، تیسری جلد میں ۴۰۶ صفحات ہیں، پہلی جلد میں گجرات خصوصاً بھروچ کی علمی، دینی، تاریخی اور وہاں کی علمی شخصیات کا تعارف پیش کیا گیا ہے، اس لیے کہ صاحب فتاوی کا تعلق ضلع بھروچ کے تعلقہ خانپور سے ہے، پھر صاحب فتاوی کا تفصیلی تعارف ہے اوران کے علمی رسوخ کو متعدد شواہد سے ثابت کیا گیا ہے، پہلی جلد میں عقائد وایمانیات، تصوف وسلوک وعملیات، طہارت، نماز اور تجہیز وتکفین اور تدفین سے متعلق سوالات کے جوابات ہیں، دوسری جلد میں، زکوۃ، عشروخراج، روزہ، رؤیت ہلال، حج، عمرہ، اور معاشرت ومعاملات سے متعلق سوالات کے جوابات ہیں، جن میں خرید وفروخت، شیئرز، ہوٹل، کھیتی باڑی کے مسائل، ڈپازٹ کی رقم، بیمہ اور سود کی قسموں، پولٹری فارم، ٹیکس اور ٹیکسی وغیرہ سے متعلق سوالات کے جوابات ہیں۔

تیسری جلد میں بیع وشراء اور سود کو مزید تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور ہبہ، اجارہ، دلالی، قرض وقربانی، سائبر کیفے، تصاویر، موبائل، شادی، نسبندی، سنت وبدعت، نظام قضا، سیاست، جہاد، دفاعی نظام، ترکہ ومیراث سے متعلق احکامات ہیں۔

یہ تین جلدیں اس بات کا اشارہ دے رہی ہیں کہ مزید اور جلدوں کا انتظار کیجئے، صاحب فتاوی علمی، دینی اور دعوتی دنیا میں ایک معتبر شخصیت ہیں، گوناگوں صفات وکمالات سے اللہ نے انہیں نوازا ہے، مرتب فتاوی مفتی عبدالقیوم راجکوٹی قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے مناسب قدم اٹھایا، اور ایک بہترین تحفہ کتابی دنیا کو پیش کیا، جزاہما اللہ خیر الجزاء۔

☆☆☆

نام کتاب: سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی اوران کے نامور خلفاء
مصنف: مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی
ناشر: مرکز معارف حکیم الامت تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر، یوپی

۴۸ صفحات کا یہ رسالہ حضرت حاجی امداللہ مہاجر مکی اورانکے نامور خلفاء مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا یعقوب نانوتوی رحمہم اللہ سے متعلق مضامین پر مشتمل مجموعہ ہے، جس سے علوم ظاہری وکمالات باطنی کی حامل رہنما شخصیات کی زندگی کو سمجھنے اور ایمانی واسلامی زندگی گزارنے کا طریقہ معلوم ہوگا، اس طرح یہ ایک بڑی مفید ورہنما کتاب ہے۔ قیمت درج نہیں ہے۔

☆☆☆

نام کتاب: نصیحۃ المسلمین، ترجمہ رسالۃ المسترشدین
مرتب ومترجم: مولانا قمرالزماں الہ آبادی
ناشر: مکتبۂ دارالمعارف الہ آباد، مجلس معارف کاپودرہ، گجرات

حارث محاسبی کا نام ایک معروف نام ہے، تدوین علم اعمال قلوب میں انہیں سبقت حاصل ہوئی اوران کی کتابوں میں رسالۃ المسترشدین کو زیادہ شہرت ملی خصوصاً جب علامہ محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے بیش قیمت تعلیقات وحواشی کے ساتھ اس رسالہ کو زیور طبع سے آراستہ کیا، رسالہ کا ترجمہ مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی نے کیا، اور تعلیقات وحواشی کا ترجمہ معروف عالم دین وداعی مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نے کیا، اوران دونوں فاضل وبزرگ مترجمین کے اداروں مکتبہ دارالمعارف الہ آباد، مجلس معارف کاپودرہ گجرات نے مشترکہ طور پر شائع کیا ہے۔

صفحات ۴۸۸ ہیں، قیمت درج نہیں کتاب کی افادیت حارث محاسبی کے نام سے ہی ظاہر ہے، اوراس دور کے دو بزرگ عالم دین کے ترجموں نے اردو طبقہ کے لیے اس کی افادیت میں دوچند اضافہ ہی نہیں کیا بلکہ چار چاند لگادیے۔

☆☆☆

نام کتاب: ذوی القربیٰ (جلد اول)
مرتب: عارف مشتاق قدوائی
ناشر: عارف مشتاق قدوائی، محلہ کٹرہ، مسولی، ضلع بارہ بنکی

۲۳۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب بڑی تحقیق سے قدوائی خاندان سے متعلق لکھی گئی ہے، جس کا دوسرا عنوان "احوال قرابتداری ضلع بارہ بنکی" ہے، قدوائی خاندان جس کا سلسلہ نسب بنی اسرائیل سے جاملتا ہے اس کے بارہ بنکی رائے بریلی، لکھنؤ، بہرائچ وغیرہ میں آباد خاندانوں کا ایک مختصر تعارف اس کتاب میں پیش کیا گیا اوران کی قرابتیں جن خاندانوں میں ہوئی جیسے بانسہ کا حضرت سید شاہ عبدالرزاق کا خاندان، سہالی کا انصاری خاندان، اور صدیقی وفاروقی خاندانوں کا بھی تعارف ہے، قیمت درج نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

MOHD. YASIN MOHD. YAMIN
PERFUMERS
EXPORTERS & IMPORTERS
Tayyab Shamama — طیب شامہ
Shamama Abid Special — شامۂ عابد اسپیشل
Amber Abid — عنبر عابد
Mushk Amber — مشک عنبر
Attar Hena — عطر حنا
Attar Gulab — عطر گلاب
Attar Keora — عطر کیوڑہ
Attar Motia — عطر موتیا
Attar Zafran — عطر زعفران
Rooh Khus — روح خس
Jannatul Firdaus — جنت الفردوس
Majmua — مجموعہ
Kannauj-209725 (U.P.)
Tel. : 05694-234445, 234725, Fax : 234388
Mobile : 09839208298 (Mohd. Furqan)
E-mail : mymykannauj@yahoo.co.in

پروپرائٹر : ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow.

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele: Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

Maqbool Mian
Jewellers
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
Partly Air Conditioned
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel : 23424781-23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-8

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & T'es.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow. -226001